يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى ۖ الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ
بِالْعَبْدِ وَالْأُنثَىٰ بِالْأُنثَىٰ ۚ فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ
بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ۗ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ
وَرَحْمَةٌ ۗ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَ
لَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝

مسلمانو (یہ) مقتولوں کے بارے میں تم پر بدلہ لینا مقرر کیا گیا ہے آزاد کے بدلے میں آزاد اور غلام کے بدلے میں غلام اور عورت کے بدلے میں عورت۔ پھر جس کو اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کیا جائے تو دستور کے موافق مطالبہ کرنا چاہیے اور عمدگی سے اس کو ادا (خون بہا) کرنا چاہیے یہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر آسانی اور مہربانی ہے پھر اس کے بعد جو کوئی زیادتی کرے تو اس کے لئے عذاب دردناک ہے✱ اور تمہارے لئے قصاص میں (بڑی) زندگی ہے اے عقل والو! تاکہ تم (خونریزی سے) بچو۔ (۲/۱۷۸، ۱۷۹)

(۱۷۸) اے مسلمانو! قصاص کے وقت عدل سے کام لیا کرو آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے
غلام، عورت کے بدلے عورت۔ اس بارے میں حد سے نہ بڑھو جیسے کہ اگلے لوگ حد سے بڑھ گئے تھے اور
اللہ کا حکم بدل دیا۔ اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ جاہلیت کے زمانہ میں بنو قریظہ اور بنو نضیر کی جنگ
ہوئی تھی جس میں بنو نضیر غالب آ گئے تھے۔ اب یہ دستور ہو گیا تھا کہ جب نضیری کسی قرظی کو قتل کرے تو اس کے
بدلے اسے قتل نہ کیا جاتا تھا بلکہ ایک سو وسق کھجور دیت میں لی جاتی تھی اور جب کوئی قرظی نضیری کو مار ڈالے
تو قصاص میں اسے بھی قتل کر دیا جاتا تھا اور اگر دیت لی جائے تو دگنی دیت یعنی دو سو وسق کھجور لی جاتی
تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کی اس رسم کو مٹایا اور عدل و مساوات کا حکم دیا ✱ قتل عمد میں دیت لینا
یہ اللہ کی طرف سے تخفیف اور مہربانی ہے جو اگلی امتوں کو یہ اختیار نہ تھا ✱ اس امت پر یہ مہربانی ہوئی
کہ دیت لینی بھی جائز ہوئی تو تین چیزیں ہو گئیں قصاص، دیت اور معافی ✱ جو شخص دیت یعنی
خون بہا نہ لینے کے بعد یا دیت قبول کرنے کے بعد بھی زیادتی پر تل جائے اس کے لئے دردناک عذاب ہے (بحوالہ ابن کثیر)
(۱۷۹) اور تمہارے لئے اے عقل والو قصاص میں بڑی زندگی ہے سوچو کہ مارنے والا جب جانتا تھا کہ میں بھی مارا
جاؤں گا تو مارنے سے رک جائے گا سو اس نے اپنی جان کو بھی بچایا اور اس کو بھی جسے مار ڈالنے کا ارادہ کیا تھا
یہ حکم اس لئے مقرر ہوا تاکہ تم خوف قصاص مارنے سے بچو۔ (جلالین)
جاہلیت والوں میں جب کوئی ان کی قوم کے آدمی کو قتل کر ڈالتا تھا تو جوش اور غصہ میں آ کر نہ صرف قاتل ہی پر

بس کرتے تھے بلکہ جو کوئی اس کی قوم کا ہوتا تھا خواہ وہ قصوروار ہو یا نہ ہو سب کو قتل کر ڈالتے تھے اور نیز بڑے آدمی کے معاوضہ میں صرف قاتل کا مارنا اس کی شان کے خلاف جانتے تھے بلکہ اس کے بدلہ میں دس بیس پر بھی بس نہ کرتے تھے اس لئے ان آیات میں صبر کے مسئلہ کے بعد قتل کے احکام بیان کر دیئے اس مسئلہ سے نتیجہ حاصل کرنا ہے کہ ایسے وقت جوش میں نہ آؤ بلکہ جو کچھ ان میت کے حقوق ملحوظ رکھ کے ہم نے حکم دیا ہے اس کی پابندی کرو اور فرمایا کہ اے مومنو تمہارے لئے ہم نے مقتولوں کے بارہ میں قصاص مقرر کر دیا ہے یعنی برابری کا حکم دیا ہے تم کو لازم ہے کہ ایسے وقت میں صبر کرو اور عدالت کو ہاتھ سے جانے نہ دو (حقانی)

(۱۷۸ و ۱۷۹) جب قاتل کو ولی مقتول کچھ معاف کریں اور اس کے ذمہ مال لازم کیا جائے اس پر اولیاء مقتول تقاضا کرنے میں نیک روش اختیار کریں اور قاتل خون بہا خوش معاملگی کے ساتھ ادا کرے اس میں صلح بر مال کا بیان ہے (تفسیر احمدی) مسئلہ ولی مقتول کو اختیار ہے کہ خواہ قاتل کو بلا عوض معاف کرے یا مال پر صلح کرے اگر وہ اس پر راضی نہ ہو اور قصاص چاہے تو قصاص ہی فرض رہے گا۔ مسئلہ: اگر مقتول کے تمام اولیاء قصاص معاف کر دیں تو قاتل پر کچھ لازم نہیں رہتا مسئلہ: اگر مال پر صلح کریں تو قصاص ساقط ہو جاتا ہے اور مال واجب ہوتا ہے۔ (تفسیر احمدی) (بالاکمال) * قصاص مقرر ہونے سے لوگ قتل سے باز رہتے اور جانیں بچ جاتی ہیں (از کوکب) فوائد کسی بڑے سے بڑے گناہ کی وجہ سے انسان کافر نہیں ہوتا جب تک کہ عقائد فاسد نہ ہوں۔ یہاں قاتل کو مقتول کے وارث کا بھائی کہا گیا * بھائی چارے بہت قسم کے ہیں... سب میں دینی بھائی چارہ بہت قوی ہے * قاتل پر فرض ہے کہ اپنے کو قصاص کے لئے پیش کر دے... قتل چھپانا گناہ ہے * قصاص وارث مقتول کا حق ہے.. اسی لئے وہ معاف بھی کر سکتا ہے * قصاص جان کا بدلہ ہے نہ کہ جسم اور طریقہ قتل کا. اس لئے چھوٹے بچے کے عوض جوان قاتل کو قتل کیا جائے گا * (مولانا اشرف التفاسیر)

(۱۷۸ و ۱۷۹) قصاص کا حکم اور اس سلسلہ میں پھیلے ہوئے مفاسد کا ازالہ۔ (ترجمان)

خلاصہ: قصاص محض انتقام یا بدلہ نہیں بلکہ تحت قانون قیام امن و نظم و ربط حکومت ہے۔ سزائے قتل یا قصاص صرف اسی قتل سے متعلق ہے اس کے تحت حدود کا تعین ہے قصاص میں مساوات کے لحاظ کا حکم ہے۔ جان یا قرض نسب کا برابر ہے ہر صورت آزاد و غلام جس کسی کا کوئی قتل کرے گا اسی سے قصاص لیا جائے گا

* قانون قصاص میں ایک اہم گنجائش کہ مقتول کے وارث قاتل سے خون بہا لے کر صلح کر سکتے ہیں۔ قتل کے باعث محبت و لحاظ شفقت کا ہر رشتہ تار تار ہو جاتا ہے۔ قرآن پاک ایسے خاص ماحول میں ورثاء مقتول کو یاد دلاتا ہے کہ قاتل قصوروار ہے تاہم تمہارا بھائی ہے اگر معاف کر دو تو بڑی بات نہیں تاکہ نفرت و انتقام کی آگ ہمیشہ سرد ہو جائے * خون بہا احسن طریقہ سے طلب کیا جائے اور قاتل کو چاہئے کہ خوش اسلوبی سے ادا کرے احسان و شناسی کا ثبوت دے * شریعت نے نفاذ قانون کا حق حکومت وقت کو عطا کیا ہے فرمایا افراد کو نہیں * قاتل کو سزا نہ دی جائے تو اس کا حوصلہ بڑھے گا لہذا قصاص کی حکمت و علت یہی ہے کہ ناحق زندگیوں کا اتلاف نہ ہو۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۚۖ الْوَصِيَّةُ
لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ۝ فَمَنْ
بَدَّلَهُ بَعْدَ مَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ ۚ إِنَّ
اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُوصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا
فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

فرض کیا جاتا ہے تم پر جب قریب آجائے تم میں سے کسی کی موت بشرطیکہ چھوڑے کچھ مال
کہ وصیت کرے اپنے ماں باپ کے لیے اور قریبی رشتہ داروں کے لئے انصاف کے ساتھ
ایسا کرنا ضروری ہے پرہیزگاروں پر* پھر جو بدل ڈالے اس وصیت کو سن لینے کے بعد تو اس کا
گناہ انہیں بدلنے والوں پر ہوگا بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے* اور جسے
اندیشہ ہو وصیت کرنے والے سے کسی طرفداری یا گناہ کا تو وہ صلح کرا دے ان کے درمیان
تو کچھ گناہ نہیں اس پر بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے ۔ (۲/۱۸۰ تا ۱۸۲)

(۱۸۰) اس آیت میں ماں باپ اور قرابت داروں کے لئے وصیت کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے میراث کے حکم
سے پہلے یہ واجب تھی لیکن میراث کے احکام نے اس وصیت کے حکم کو منسوخ کر دیا ہے وارث اپنا مقررہ
حصہ بغیر وصیت کئے لے سکتا ہے* حضرت عمرو بن خارجہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
"اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق پہنچا دیا ہے اب کسی وارث کے لئے کوئی وصیت نہیں" حضرت ابن عباس رض
سورہ بقرہ کی تلاوت کرتے ہوئے جب اس آیت پر پہنچے تو فرماتے یہ آیت (حکم وصیت) منسوخ ہے۔
آپ سے یہ بھی روایت ہے کہ پہلے ماں باپ کے ساتھ اور کوئی رشتہ دار وارث نہ تھا اوروں کے لئے صرف
وصیت ہوتی تھی پھر میراث کی آیتیں نازل ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے وصیت کا حق باقی رکھا۔ (ابن کثیر)
(۱۸۱) سو جو شخص وصی بعد جاننے کے وصیت کو بدل دے تو اس کا گناہ بدلنے والوں پر ہے
بے شک اللہ وصیت کرنے والے کی بات سنتا ہے اور جو وصی بعد میں کرتے ہیں اس کو جانتا ہے
ایک کو ہے وہ اس کا بدلہ دے گا۔ (صلاح الدین)
(۱۸۲) اور جو کسی کو یہ معلوم ہو کہ موصی انصاف کے طور پر وصیت نہ کرے گا یا وہ وصیت میں بے انصافی
ہو گئی ہے تو اس غرض سے کہ جس سے موصی کو وصیت کے بدلنے کی اصلاح دی یا اس کے وارثوں میں صلح
کرنے وصیت خلاف انصاف کرنے پر گیا ہے اور جھگڑا پیدا ہو گیا ہو تو وصیت میں کچھ کمی زیادتی کرکے باہم
صلح کرا دی تو اس تبدیلی و تغیر میں کوئی گناہ نہیں اور اس اصلاح میں کچھ خلاف وصیت اس سے

سرزد ہو گئی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے گا وہ غفور رحیم ہے۔ (تفسیر حقانی)
(۱۸۰) موافق دستور شریعت کے عدل کرے اور ایک تہائی مال سے زیادہ کی وصیت نہ کرے اور
محتاجوں پر مالداروں کو ترجیح نہ دے مسئلہ: ابتداء اسلام میں یہ وصیت فرض تھی جب میراث کے احکام
نازل ہوئے منسوخ کی گئی اب غیر وارث کے لئے تہائی سے کم میں وصیت کرنا مستحب ہے بشرطیکہ وارث محتاج نہوں
یا ترکہ ملنے پر محتاج نہ رہیں ورنہ ترک وصیت سے افضل ہے (تفسیر احمدی) (۱۸۱) خواہ وصی ہو یا
ولی ہو یا شاہد اور وہ تبدیل کتابت میں کرے یا تقسیم میں یا ادائے شہادت میں اگر وہ وصیت موافق
شرع ہے تو بدلنے والا گنہگار ہے * اور خواہ وہ موصیٰ یا موصی لہ بری ہیں۔ (۱۸۲) وارث یا وصی
یا امام یا قاضی جس کو بھی موصی کی طرف سے ناانصافی یا ناحق کارروائی کا اندیشہ ہو وہ اگر موصی لہ
یا وارثوں میں شرع کے موافق صلح کرا دے تو گناہ نہیں کیونکہ اس نے حق کی حمایت کے لئے باطل کو
بدلا ایک قول یہ بھی ہے کہ مراد وہ شخص ہے جو وقت وصیت دیکھے کہ موصی حق سے تجاوز کرتا اور
خلاف شرع طریقہ اختیار کرتا ہے تو اس کو روک دے اور حق و انصاف کا حکم کرے (حاشیہ کنزالایمان)
فوائد: تھوڑے کے لئے عبادت کے ساتھ معاملات کی درستی بھی ضروری ہے وصیت میں انصاف کرنا شرعاً واجب ہے
* وصیت خود اپنے مال میں ہوتی دوسرے کے مال میں نہیں * وصیت بڑی اہم چیز ہے اس میں تبدیلی کرنا سخت گناہ
* وصیت بدلنے بدلوانے اور اس پر خاموش رہنے گناہ ہے * مرنے والا اپنی وصیت بدل سکتا ہے *
بندے کا حق خطاءً یا عمداً جو بھی کر مارنا باطل ہے * شرعی احکام میں لاعلمی کا عذر نہیں سنا جاتا *
جھگڑا کرنے والوں میں صلح کروانا بہت اچھی بات ہے * اگر میت غلط وصیت کر گیا پر بعد میں اس کی
اصلاح ہو جائے تو وہ ظلم کا گناہ نہ ہوگا۔ مسئلہ اب وارث کے لئے وصیت اور تہائی مال سے
زیادہ کی ہوگا وصیت جاری نہ ہوگی۔ ہاں اگر ورثا اس پر راضی ہوں تو جاری ہو جائے گی۔ (تفسیر نعیمی)
وصیت لغت کے معنیٰ میں ہے شرعی اصطلاح میں وہ ہدایات جو وصیت کرنے والے کے انتقال
کے بعد جاری ہوتی ہیں۔ واجب، مستحب، مباح، ممنوع اور موقوف وصیت کی مختلف قسمیں ہیں۔
حکم وصیت آیت میراث کے نازل ہونے سے بہت پہلے کا ہے اس پر عمل آور متاخر حکم کے ماتحت
ہوگی۔ آیت میراث کی موجودگی میں اب وصیت کا کوئی محل نہیں البتہ جائیداد وغیرہ کے ایک ثلث کی حد تک
وصیت کا اثر ہوگی * حق تلفی گناہ ہے * رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے جو وراثت میں حصہ دار
ہیں وصیت کی ممانعت فرما دی اور وصیت کو مال متروکہ کے ثلث حصہ تک محدود فرما دیا۔ اگر وصیت
کرنے والے سے کسی قسم کی طرفداری یا گناہ کا خوف ہو تو جو صلح کرا دے تاکہ اختلاف،
فتنہ و برائی سے گریز کیا جائے تو اس پر کچھ گناہ نہیں بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ۚ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ
سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۚ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ۖ
فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ ۚ وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

اے ایمان والو! فرض کیے گئے ہیں تم پر روزے جیسے فرض کیے گئے تھے ان لوگوں پر جو تم سے پہلے تھے کہ
کہیں تم پرہیزگار بن جاؤ ★ یہ گنتی کے چند روز ہیں پھر جو تم سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور
دنوں میں رکھ لے اور جو لوگ اسے بہت مشکل سے ادا کر سکیں ان کے ذمہ فدیہ ہے ایک مسکین کا کھانا اور
جو خوشی سے زیادہ نیکی کرے تو وہ اس کے لئے زیادہ بہتر ہے اور تمہارا روزہ رکھنا ہی بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم جانتے ۔ (۲/۱۸۳، ۱۸۴)

۱۸۳ ۔ روزہ کے معنی اللہ تعالیٰ کے فرمان کی بجا آوری کی خالص نیت کے ساتھ کھانے پینے اور جماع سے رک جانے کے ہیں اس سے فائدہ یہ ہے کہ نفس انسان پاک و صاف اور طیب و طاہر ہو جاتا ہے ۔ ردی اخلاط سے بدن کا تنقیہ ہو جاتا ہے اس حکم (یعنی اے ایمان والو روزے رکھو) کے ساتھ ہی فرماتا ہے کہ اس حکم کے ساتھ تم تنہا نہیں بلکہ تم سے اگلوں کو بھی روزوں کا حکم تھا اس بیان سے یہ بھی مقصد ہے کہ یہ امت اس فریضہ کی بجا آوری میں اگلی امتوں سے پیچھے نہ رہ جائے ★ روزے سے بدن کی پاکیزگی ہے اور شیطانی راہ کی روک ہے ۔ صحیحین میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ۔ اے جوانو! تم میں سے جسے نکاح کی طاقت ہو وہ نکاح کرلے اور جسے طاقت نہ ہو وہ روزے رکھے ★ (الحدیث) (حاشیہ) یہ ہے کہ روزہ ان کو کیوں کہ وہ شہوت کو توڑتا ہے

★ روزہ سے دو فائدے حاصل ہوتے تھے ۔ پہلا فائدہ تو ترک اکل و شرب سے مراقبہ کا ملکہ راسخ ہوتا اور دوسرے یہ کہ کھانے پینے کے چھوڑنے سے شہوات سے محفوظ رہنے کی راہ آسان ہو جاتی تو گویا روزے سے جب دیگر خواہش پر کنٹرول کر لیا جاتا ہے یعنی کھانے پینے کی خواہش پر تو باقی نفس کی خواہشوں پر کنٹرول کرنے کی طاقت اور ملکہ تو بس ہی حاصل ہو جاتا تھا ۔ فائدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے (الجوائد تفسیر ابن کثیر حاشیہ)

اے ایمان والو تم پہ روزے فرض ہیں جیسے تم سے پہلے امتوں پہ فرض رہے تاکہ گناہوں سے تم بچو کیوں کہ روزہ خواہش توڑتا ہے جو گناہوں کی جڑ ہے ۔ (جلالین)

قصاص اور وصیت حیات دنیاوی کا سبب تھا اور معلوم ہوئی ہیں جس طرح حیات دنیا کی اصلاح فرمائی تھی اسی طرح حیات ابدی کی بھی ضرور رعایت ہونی چاہیے اس لئے یہاں اس چیز کا حکم دیا جو حیات ابدی کا عمدہ ذریعہ ہے یعنی روزہ ۔ کس لئے کہ انسان جب صبح سے شام تک نفس کی تین خواہشوں کھانے پینے اور جماع سے رکے گا (اور اسی کو صوم شرعی کہتے ہیں) اور پھر اس کے ساتھ اپنے دل کو ذکر الٰہی تلاوت اور نماز اور مراقبہ اور اعتکاف میں مشغول رکھے گا تو بے شک اس کی روح کو قوت ہوگی اور اس جسم

کو چھوڑنے کا سبب بنی حیات ہے۔ روحی اور عالم قدس میں زندہ رہنے کا سبب ہوتا اور نیز احکام مذکورہ بالا کی تعمیل
حیوانی خواہشوں کے خلاف ہے اور جب تک انسان اپنی نفسانی خواہشوں سے مقابلہ کرنے کا خوگر نہیں ہوتا تو
وصول حسنات اور صبر پر بھی عادی نہیں ہوتا بلکہ دنیاوی ترقی کے لئے بھی مصائب برداشت نہیں کر سکتا اس لئے
روزہ کا حکم دیا تاکہ روح قوی ہو جائے جسم کی خواہش اور تیزی کو توڑنے کے لئے آسمانی ہدایت میں قدیم سے
ریاضت کا حکم ہے اسی لئے فرمایا ہے کہ اے مسلمانو! تم پر روزے فرض ہیں جس طرح کہ تم سے پہلی امتوں
پر فرض ہوئے تھے تاکہ تم نفس کشی کے عادی ہو کر متقی بن جاؤ۔ (تفسیر حقانی)

یعنی روزے سے سلیقہ آجاوے جی روکنے کا تو پرہیز روک سکو۔ (موضح القرآن)

۱۸۴ ۔ گنتی کے دن یعنی صرف رمضان کا ایک مہینہ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مریض و مسافر کو رخصت
دی کہ اگر اس کو رمضان مبارک میں روزہ رکھنے سے مرض کی زیادتی یا ہلاک کا اندیشہ ہو یا سفر میں شدت
و تکلیف کا تو وہ مرض و سفر کے ایام میں افطار کرے اور بجائے اس کے ایام منہیہ کے سوا اور دنوں میں اس
کی قضا کرے ایام منہیہ پانچ دن ہیں جن میں روزے رکھنا جائز نہیں۔ دونوں عیدیں اور ذی الحجہ کی گیارہویں
بارہویں اور تیرہویں تاریخیں: مسئلہ: مریض کو مرض و وہم پر روزے کا افطار جائز نہیں جب تک دلیل یا تجربہ
یا غیر ظاہر الفسق طبیب کی خبر سے اس کا غالب ظن حاصل نہ ہو کہ روزہ مرض کے طول یا زیادتی کا باعث ہوگا۔ مسئلہ:
جس بوڑھے مرد یا عورت کو پیرانہ سالی کے ضعف سے روزہ رکھنے کی قدرت نہ رہے اور آئندہ قوت حاصل ہونے
کی امید بھی نہ ہو اس کو شیخ فانی کہتے ہیں اس کے لئے جائز ہے کہ افطار کرے اور ہر روزے کے بدلے نصف صاع
گیہوں یا گیہوں کا آٹا یا اس سے دوگنے جو یا اس کی قیمت بطور فدیہ دے * اگرچہ مسافر و مریض کو افطار
کی اجازت ہے لیکن زیادہ بہتر و افضل روزہ رکھنا ہی ہے۔ (تفسیر صدر الافاضل بر حاشیہ کنز الایمان)

فوائد: روزہ میں صدہا حکمتیں ہیں * روزہ سے نفس کمزور ہوتا ہے * غذا اور پانی کی صحیح قدر ہوتی ہے *
قرآن سے حدیث کا نسخ جائز ہے * مجبوری دور ہوتے ہی قضا واجب ہے * بدنی عبادت کا فدیہ مال بن سکتا ہے۔ ([illegible])

رمضان میں روزے رکھنے کا حکم اور اس سلسلہ میں دین حق کے بعض اصولی حقائق کی تعلیم (ترجمان)

طلوع فجر سے غروب آفتاب تک بہ نیت عبادت کھانے پینے اور مقاربت سے رکنے کا نام روزہ ہے جو خاص طور پر
مسلمانوں پر فرض ہے۔ روزہ دنیا کے ہر مذہب میں کسی نہ کسی شکل میں ملتا ہے قرآن حکیم نے زمانہ قدیم میں اہل اقوام پر اس کی فرضیت
سے متعلق فرمایا ہے۔ یہ فریضہ تزکیہ نفس، تصفیہ قلب، تنویر باطن اور تربیت جسمانی کا بہترین ذریعہ ہے اس کا مقصود تقویٰ ہے
فرض روزوں کی تعداد متعین ہے نہ یہ سال بھر کے لئے ہے اور نہ نصف سال کے لئے بلکہ سال بھر میں صرف ۲۹ یا ۳۰ دن
بیمار اور مسافر کے لئے بیماری و سفر کی حالت میں قضا کی اجازت ہے اور بعد میں قضا روزوں کا رکھنا لازم ہے
یعنی چھوٹے ہوئے روزے مرض یا سفر کے بعد رکھ لیں۔ نہایت ضعیف جو اس فرض کے ادا کرنے کی طاقت نہیں
رکھتے اور آئندہ بھی ان کو قوت حاصل ہونے کی توقع نہ رہے تو وہ ہر روزے کے بدل فدیہ یعنی ایک مسکین کو کھانا کھلادیں

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝

(البقرہ ۱۸۵/۲)

ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا ہے وہ لوگوں کی ہدایت ہے اور (اس میں) کھلے ہوئے (دلائل) ہدایت اور (حق و باطل میں) امتیاز کے سو تم میں سے جو کوئی اس مہینے کو پائے لازم ہے کہ وہ (مہینہ بھر) روزے رکھے اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو (اس پر) دوسرے دنوں کا شمار رکھنا (لازم ہے) اللہ تمہارے حق میں سہولت چاہتا ہے اور تمہارے حق میں دشواری نہیں چاہتا اور یہ (چاہتا ہے) کہ تم شمار کی تکمیل کر لیا کرو اور یہ کہ تم اللہ کی بڑائی کیا کرو اس پر کہ تمہیں راہ بتادی عجب نہیں کہ تم شکر گزار

ماہ رمضان کی فضیلت و عظمت کا بیان کہ اسی ماہ مبارک میں قرآن کریم اترا ✱ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابراہیمی صحیفہ رمضان مبارک کی پہلی رات میں اترا اور توراۃ چھٹی تاریخ، انجیل تیرھویں تاریخ اور قرآن چوبیسویں تاریخ نازل ہوا (مسند احمد) ایک اور روایت میں ہے کہ زبور بارھویں کو اور انجیل اٹھارویں کو اگلے تمام صحیفے اور توراۃ و انجیل و زبور جس جس پیغمبر پر اتریں ایک ساتھ ایک ہی مرتبہ اتریں لیکن قرآن کریم بیت العزۃ سے آسمان دنیا تک تو ایک ساتھ ایک مرتبہ نازل ہوا اور پھر وقتاً فوقتاً حسب ضرورت زمین پر نازل ہوتا رہا ✱ پھر قرآن کریم کی تعریف کہ یہ لوگوں کے دلوں کی ہدایت ہے اور اس میں واضح اور روشن دلیلیں ہیں غور و فکر کرنے والا اس سے صحیح راہ پر پہنچ سکتا ہے یہ حق و باطل میں حرام و حلال میں فرق ظاہر کرنے والا ہے ✱ صرف رمضان کہنا مکروہ ہے شہر رمضان یعنی ماہ رمضان کہنا چاہیئے۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

مہینہ رمضان کا ہے جس میں قرآن لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف شب قدر میں اترا لوگوں کو گمراہی سے بچا کر راہ دکھانے والا اور دلیلیں ظاہر احکام الٰہی کی طرف راہ بتانے کو اور حق و باطل میں تمیز کرنے کو سو جو کوئی تم میں سے اس مہینہ کو پاوے وہ اس میں روزہ رکھے۔ (جلالین)

یہ آیت پہلی آیت کا تتمہ ہے اول فرمایا تھا تم پر چند روز کے روزے فرض ہوئے اب اس آیت میں ان چند روزوں کی تشریح کر دی کہ وہ چند دن کہ جن میں تم پر روزے فرض ہوئے رمضان کا مہینہ ہے کہ جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور حق و باطل میں تمیز کرنے کے باب میں کھلی نشانی بھی ہے پس جو اس مہینے کو پائے تو چاہیئے کہ روزہ رکھے اور جو مسافر اور بیمار ہو تو اور دنوں میں اتنے ہی رکھ لے اس سے اللہ تعالیٰ کا منشا ہے کہ آسانی کر دی اور نیز تعداد رمضان مبارک کی بھی پوری ہو جاتی ہے اور اس لئے کہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے ہم کو ہدایت کی اور ہمیشہ اس کا شکر ادا کرتے رہو (تفسیر حقانی)

رمضان وہ ہے جس کی شان و شرافت میں قرآن پاک نازل ہوا۔ قرآن کریم میں نزول کی ابتدا رمضان میں ہوئی۔ قرآن کریم تمام رمضان مبارک کی شب قدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف اتار آیا اور بیت العزت میں رہا یہ اسی آسمان پر ایک مقام ہے یہاں سے وقتاً فوقتاً حسب اقتضائے حکمت جتنا جتنا منظور الٰہی ہوا جبریل امین لاتے رہے یہ نزول تیئیس سال کے عرصہ میں پورا ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہینہ ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے تو چاند دیکھ کر روزے شروع کرو اور چاند دیکھ کر افطار کرو اگر ۲۹ رمضان کو چاند کی رویت نہ ہو تو تیس دن کی گنتی پوری کرو (الکنز الایمان)

رمضان بڑا مبارک مہینہ ہے بعض نے فرمایا کہ جیسے ہفتے کے دنوں میں جمعہ افضل ہے ایسے ہی سال کے مہینوں میں رمضان شریف افضل ہے اور بعض نے کہا ربیع الاول افضل۔ اس کے کل چار نام ہیں ماہ رمضان، ماہ صبر، ماہ مواسات اور ماہ وسعت ارزاق (مشکوٰۃ کتاب الصوم) روزہ صبر ہے جس کی جزا رب ہے اور وہ اسی ماہ میں رکھا جاتا ہے اس لئے اسے ماہ صبر کہتے ہیں مواسات کے معنی ہیں بھلائی کرنا چونکہ اس مہینے میں سارے مسلمانوں سے خاص کر اہل قرابت سے بھلائی کرنا زیادہ ثواب ہے اس لئے اسے ماہ مواسات کہتے ہیں۔ اس میں رزق کی فراخی بھی ہوتی ہے کہ غریب بھی نعمتیں کھاتے ہیں اس لئے اس کا نام ماہ وسعت ارزاق بھی ہے * ماہ رمضان آکر رحمتیں بانٹتا ہے * ماہ رمضان میں ہر دن ہر وقت عبادت ہوتی ہے۔ روزہ عبادت، افطار عبادت، افطار کے بعد تراویح کا انتظار عبادت، تراویح پڑھ کر سحری کا انتظار میں سونا عبادت، پھر سحری کھانا عبادت غرضیکہ ہر آن اللہ کی شان نظر آتی ہے * رمضان میں نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب ستر گنا زیادہ ملتا ہے * بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ جو رمضان میں مر جائے اس سے سوالات قبر بھی نہیں ہوتے اسی مہینہ میں شب قدر ہے * رمضان میں ابلیس قید کر دیا جاتا ہے دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ جنت آراستہ کی جاتی ہے۔ اس میں نیکیوں میں زیادتی اور گناہوں میں کمی ہوتی ہے * رمضان و قرآن قیامت میں شفاعت کریں گے۔ (کلام تفسیر نعیمی)

روزے کے لئے رمضان کا مہینہ اس لئے قرار پایا کہ اسی مہینے میں قرآن کا نزول شروع ہوا ہے اور اس کا روزے کے لئے مخصوص ہو جانا نزول قرآن کی یادگار اور اس کا تذکرہ ہے۔ (ترجمان القرآن)

خلاصہ: اللہ تعالیٰ نے روزوں کے رکھنے سے متعلق اشارتاً بیان اور چند دنوں کی صراحت ہے کہ وہ ماہ رمضان کے ۲۹ یا ۳۰ دن ہیں جن میں روزے رکھنا فرض ہے۔ رمضان مبارک میں قرآن کریم کا نزول ہوا جو لوگوں کے لئے کامل ہدایت و رہبری ہے واضح دلیلوں کے ساتھ اور حق و باطل نور و ظلمت کے درمیان فرق و امتیاز ظاہر کرنے والا کلام حق ہے۔ جو کوئی خوش نصیبی سے اس ماہ مبارک کو پائے تو وہ روزہ رکھے مہینہ کبھی ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے اور ۳۰ دن کا بھی۔ چاند دیکھ کر روزے شروع کرنے کا حکم ہے اگر ۲۹ ویں تاریخ کو چاند نظر نہ آئے تو ۳۰ دن کی گنتی پوری کر لی جائے۔ مریض و مسافر کو رخصت ہے کہ وہ دوسرے دنوں میں اتنے ہی دن روزے رکھ لیں اللہ تعالیٰ بندوں پر آسانی چاہتا ہے دشواری نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہدایت عطا فرمائی اس پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا اعتراف کرنا اور اس کے احسانات پر شکر گزاری کرتے رہنا مسلمان بندہ کا وظیفۂ بندگی ہے۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ لا فَلْيَسْتَجِيبُوا
لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۝ أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ
نِسَائِكُمْ ط هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ط عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ
أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ج فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ص
وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ص ثُمَّ
أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ج وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ لا فِي الْمَسَاجِدِ ط تِلْكَ
حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ط كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ۝

اور جب آپ سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو (کہہ دو کہ) میں تو پاس ہی ہوں جب کوئی مجھے پکارتا ہے تو میں جواب دیتا ہوں پھر لوگوں
کو بھی میرا حکم ماننا چاہیے اور مجھ پر ایمان لانا چاہیے تاکہ وہ ہدایت پائیں * روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں سے
اختلاط کرنا تمہارے لئے حلال کر دیا گیا ہے وہ تمہاری پوشش اور تم ان کی پوشش ہو خدا تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم آپس
میں خفیہ طور پر ملتے تھے سو اس نے تمہارا قصور معاف کر دیا اور تم سے درگزر کی۔ (اب اجازت ہے) ان سے ہم بستر
ہوا کرو اور جو کچھ تمہارے لئے خدا تعالیٰ نے مقدر کر رکھا ہے اس کو حاصل کرو اور جب تک کہ صبح کی سفید دھاری
رات کی سیاہ دھاری سے ممتیز نہ ہو اس وقت تک کھایا پیا کرو پھر روزہ کو رات تک پورا کرو اور جب تم مسجدوں
میں اعتکاف کئے بیٹھے ہوا کرو تو اپنی بیویوں سے اختلاط نہ کرو (یعنی رات کو بھی اختلاط نہ ہو) یہ خدا کی مقرر
کی ہوئی حدیں ہیں سو ان کے پاس بھی نہ جانا یوں خدا تعالیٰ لوگوں کے لئے اپنے احکام کھول کھول کر بیان فرماتا ہے
تاکہ وہ پرہیزگار بن جائیں۔ (۲/۱۸۶ تا ۱۸۷)

صلی اللہ علیہ وسلم

۱۸۶۔ صحابہ کے اس سوال پر کہ ہمارا رب کہاں ہے؟ یا ایک اعرابی کے پوچھنے پر کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ہمارا رب قریب ہے؟ اگر قریب ہے
تو ہم اس سے سرگوشی کر لیں یا دور ہے؟ اگر دور ہے تو ہم اونچی آواز سے اسے پکاریں۔ یا لوگوں نے پوچھا کہ دعا کس وقت کرنی چاہیے
اس پر آیت شریفہ کا نزول ہوا۔ (ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن جریج) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا بیان ہے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ ایک غزوے میں تھے ہر اونچائی پر چڑھتے ہوئے اور ہر وادی میں اترتے وقت بلند آواز سے تکبیر کہتے جاتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے
نزدیک آ کر فرمایا۔ لوگو! اپنی جانوں پر رحم کرو تم کسی کم سننے والے اور دور والے کو نہیں پکار رہے ہو بلکہ جسے تم پکار رہے ہو وہ تو تم سے تمہاری
سواریوں کی گردن سے بھی قریب ہے (مسند احمد) حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا بندہ
میرے ساتھ جیسا عقیدہ رکھتا ہے میں بھی اس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرتا ہوں جب بھی وہ مجھ سے دعا مانگتا ہے میں اس کے بالکل قریب ہوتا ہوں

(مسند احمد) حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا بندہ جب مجھے یاد کرتا ہے اور اس کے ہونٹ میرے ذکر میں ہلتے ہیں میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ (امام احمد) حضرت سلمان فارسی فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ جب اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ پھیلا کر دعا مانگتا ہے تو ارحم الراحمین اس کے ہاتھوں کو خالی پھیرتے ہوئے شرماتا ہے (مسند احمد) بحوالہ تفسیر ابن کثیر

کچھ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہمارا رب دور ہے کہ پکاریں یا قریب ہے کہ اس سے اپنے جی ہی میں مانگیں یا دعا کریں تو یہ آیت نازل ہوئی "اور جب تم سے میرے بندے میرے احوال پوچھیں سوال کو خبر دو کہ میرا علم ان سے قریب ہے مجھ سے جو کوئی مانگتا ہے اس کو دیتا ہوں سو چاہیئے کہ میرا کہا مانیں میری عبادت کریں اور یقین رکھیں کہ مجھ پر ایمان رکھیں تاکہ وہ راہ پاویں۔ (حلالین)

پہلی آیت میں تکبیر اور یاد الہی اور اس کی شکر گزاری کا حکم تھا جس سے احتمال تھا کہ ہم تو اس کو یاد اور اس کی شکر گزاری کرتے ہیں آیا وہ بھی ہماری طرف متوجہ ہوتا ہے... یا وہاں تک رسائی اور کسی کی شنوائی ہی نہیں ہوتی اس آیت میں اس شبہ کو زائل کر دیا کہ جب میرے بندے اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا حال آپ سے پوچھیں تو کہہ دو کہ میں تو ان سے بہت ہی قریب ہوں جو کوئی مجھے پکارتا ہے تو میں اس کو سنتا اور جواب دیتا ہوں جو مجھ سے دعا کرتا ہے قبول کرتا ہوں (خلاصہ معارف القرآن)

۱۸۷۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اور وسعت دے کر صبح صادق تک کھانے پینے جماع کرنے کی اجازت دے دی خواہ نماز عشاء پڑھ کر یا سو کر ان چیزوں کو استعمال کیا گیا (ابتداء اسلام میں روزہ دار کو افطار کے بعد جب تک کہ عشاء نہ پڑھے اور نہ سوئے کھانا پینا جماع کرنا درست تھا اور جب وہ عشاء پڑھ چکے یا افطار کر کے سو جاوے تو پھر اس کے لئے یہ چیزیں ممنوع ہو جاتی تھیں جس طرح کہ اب صبح صادق سے ممنوع ہو جاتی ہیں)۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پس ہم نے تم کو اجازت دے دی کہ تم صبح صادق تک مباشرت کر سکتے اور کھا پی سکتے ہو مگر جب اعتکاف کے لئے مسجدوں میں بیٹھو تب ان سے (اپنی بیویوں) رات میں بھی اختلاط نہ کرو۔ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں (بحوالہ تفسیر حقانی)

شرائع سابقہ میں افطار کے بعد کھانا پینا مجامعت کرنا نماز عشاء تک حلال تھا بعد نماز عشاء یہ سب چیزیں شب میں بھی حرام ہو جاتی تھیں۔ یہ حکم زمانہ اقدس تک باقی تھا بعض سے رمضان کی راتوں میں بعد عشاء مباشرت وقوع میں آئی اس پر وہ حضرات نادم ہوئے اور بارگاہ رسالت میں عرض حال کیا اللہ تعالیٰ نے معاف فرمایا اور یہ آیت نازل ہوئی اور بیان کر دیا گیا کہ آئندہ کے لئے رمضان کی راتوں میں مغرب سے صبح صادق تک مجامعت کرنا حلال کیا گیا۔ (بحوالہ حاشیہ کنزالایمان)

خلاصہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ارشاد فرمایا کہ جب میرے بندے میرے متعلق پوچھیں کہ میں نزدیک ہوں یا دور تو آپ کہہ دیجئے کہ میں اپنے بندوں کے قریب ہوں میں ان کی دعائیں سنتا ہوں اور قبول فرماتا ہوں لہٰذا میرے بندوں کا فریضہ ہے کہ وہ میرے احکام پر عمل پیرا ہو جائیں مجھ پر ایمان لائیں تاکہ میرے بندے راہ ہدایت پالیں۔ سابقہ شریعتوں میں روزہ دار افطار کے بعد سے عشاء اور سونے تک کھا پی اور مباشرت کر سکتا تھا اور جب عشاء پڑھ لے یا سو جاوے تو پھر یہ سب چیزیں منع تھیں مسلمانوں پر روزوں کے فرض ہونے کے بعد کچھ دن ایسا ہی تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے رمضان مبارک کی راتوں میں ان باتوں کی اجازت مرحمت فرما دی یعنی غروب سے صبح صادق تک اکل و شرب و جماع حلال کر دیا گیا۔ البتہ اعتکاف میں بیٹھنے والے رمضان کی راتوں میں بھی بیویوں سے اختلاط کرنے سے منع کر دیے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود ہیں ان کے پاس نہ جانے کا حکم ہے (یعنی ان سے جا بجا نہ ملیں) اور یہ صراحت کہ اللہ تعالیٰ اپنے احکام واضح طور پر کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ اس کے بندے پرہیزگار ہو جائیں۔

وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَآ إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا
فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ يَسْـَٔلُونَكَ
عَنِ الْأَهِلَّةِ ۖ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۗ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَن
تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِن ظُهُورِهَا وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَىٰ ۗ وَأْتُوا الْبُيُوتَ
مِنْ أَبْوَابِهَا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو اور نہ حاکموں کو رشوت پہنچا کر کسی کا کچھ مال ظلم و ستم سے اپنا کر لیا کرو حالانکہ تم جانتے ہو ٭ لوگ آپ سے چاند کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجیے کہ یہ لوگوں (کی عبادت) کے وقتوں اور حج کے موسم کے لئے ہے (احرام کی حالت میں) اور گھروں کے پیچھے سے آنا کچھ نیکی نہیں بلکہ نیکی والا وہ ہے جو متقی ہو اور گھروں میں تو دروازوں میں سے آیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ (۲/۱۸۸ و ۱۸۹)

۱۸۸۔ اس آیت شریف میں یہ حکم ملتا ہے کہ کوئی اپنے دعوے کے باطل ہونے کا علم رکھتے ہوئے لوگوں کے مال مار کھانے کے لئے جھوٹے مقدمات بنا کر جھوٹے گواہ کھڑا کر کے ناجائز طریقوں سے حکام کو دھوکہ دے کر اپنے دعووں کو ثابت نہ کرے۔ حضرت قتادہ رح فرماتے ہیں لوگو! سمجھ لو کہ قاضی کا فیصلہ تمہارے لئے حرام کو حلال نہیں کر سکتا اور نہ باطل کو حق کر سکتا ہے قاضی تو اپنی عقل و سمجھ سے گواہوں کی گواہی کے مطابق ظاہری حالات کو دیکھتے ہوئے فیصلہ صادر کر دیتا ہے اور وہ بھی آخر انسان ہے ممکن ہے خطا کرے اور ممکن ہے کہ خطا سے بچ جائے تو اگر فیصلہ قاضی کا واقعہ کے خلاف ہو تو تم صرف قاضی کا فیصلہ سمجھ کر اسے جائز مال نہ سمجھو۔ یہ جھگڑا باقی ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دونوں کو جمع کرے اور باطل والوں پر حق والوں کو غلبہ دے کر ان کا حق ان سے دلوائے اور دنیا میں جو فیصلہ ہوا تھا اس کے خلاف فیصلہ صادر فرما کر اس کی نیکیوں میں سے اسے بدلہ دلوائے (ابن کثیر)

اور تم میں کے بعض آدمی بعض کا مال حرام طریق سے نہ کھاویں چرا کر یا چھین کر اور حاکموں کو رشوت دے کر لوگوں کے مال حرام طور سے نہ کھاؤ جان بوجھ کر جس میں تم گنہگار ہو۔ (جلالین)

اس آیت میں معنوی روزہ کا حکم دیا جاتا ہے کہ لوگوں کے ناجائز طور پر مال نہ کھایا کرو وہ گناہ جو حقوق العباد سے متعلق ہیں۔ کسی کا غصب، رشوت، چوری، دغا بازی، خیانت، حیلہ سازی یا معصیت کے ذرائع سے پیدا کردہ مال کھانا اور مال کو حکام رسی کا رشوت دے کر ذریعہ بنا کر لوگوں کے مال اڑا جانا حق تلفی اور روسیاہی کا باعث ہے ان گناہوں سے پرہیز کرنا بھی ایک

قسم کا روزہ ہے نیز روزوں کی راتوں میں کھانے کی اجازت تھی اس حد تک تجاوز کیا کہ کھاؤ تو مال حرام نہ کھایا (حقانی)
کرو اس مناسبت سے اس مسئلہ کا ذکر ہوا اور اس کے بعد بھی ممنوع چیزوں کا ذکر ہوتا ہے اور حقیقی اعمال کی تاکید فرمائی جاتی ہے

۱۸۹ ۔ لوگوں نے حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پوچھا کہ کیا سبب ہے چاند ایک حالت پر نہیں رہتا ۔ اللہ تعالیٰ
نے جواب فرمایا کہ اس میں حال بدلتے رکھتے ہیں تاکہ مہینے کی حد ٹھہرے بعض مہینوں سے بعض ٹھہرے اس پر خلق کی معاملت
اور اللہ کی عبادت کا وقت ٹھہرے عبادت جو برس پر مقرر ہے ایک روزہ ہے جس کا حکم ہو گزرا دوسری حج ہے
اس کا حکم آگے شروع ہوتا ہے ۔ کفر کی غلطیوں میں ایک یہ تھا کہ جب گھر سے نکل کر احرام باندھا حج کا پھر کچھ ضرورت
ہوئی تو گھر میں جانا چاہیے تو دروازے سے نہ جاتے پیچھے پر چڑھ کر آتے اللہ نے اس کو غلط کیا ۔ (موضح القرآن)

چاند کے گھٹنے بڑھنے کے فوائد بیان فرمائے کہ وہ وقت کی علامتیں ہیں اور آدمیوں کے ہزارہا دینی و دنیوی کام
اس سے متعلق ہیں زراعت تجارت لین دین کے معاملات روزے اور عید کے اوقات عورتوں کی عدتیں حیض کے ایام
حمل اور دودھ چھڑانے کی مدتیں اور دودھ چھڑانے کے وقت اور حج کے اوقات اس سے معلوم ہوتے ہیں * زمانہ
جاہلیت میں لوگوں کی یہ عادت تھی کہ جب وہ حج کے لئے احرام باندھ لیتے تو کسی مکان میں اس کے دروازہ سے داخل نہ
ہوتے اگر ضرورت ہوتی تو پچھیت توڑ کر آتے اور اس کو نیکی جانتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر حاشیہ کنزالایمان)

فوائد: حرام طریقوں سے حاصل کیا ہوا مال بھی حرام ہے * حاکم کا غلط فیصلہ حرام کو حلال نہ کر دے گا
* بے خبری کی غلطی معاف ہے ۔ مسئلہ کی بے خبری معتبر نہیں ۔ یہ واقعہ کی بے خبری کا ذکر ہے *
حضور علیہ السلام کی امت بڑی عزت والی ہے کہ اس کے سوالات کی رب تعالیٰ قدر و منزلت فرماتا ہے
کہ خود جواب بھی دیتا ہے اور ان کے سوالات کا ذکر بھی فرماتا ہے * بارگاہ الٰہی میں حضور علیہ السلام
کا بڑا درجہ ہے کہ سوال تو ان سے ہو اور جواب رب دے تو اپنا جواب ان سے کہلوائے * قمری مہینے
شمسی مہینوں سے افضل ہیں * اسلامی کام قمری مہینوں سے ہوتے تھے * بے کار سوال کا بہتر جواب دینا چاہئے *
بے کار رسمیں چھوڑ دینی چاہئیں * مکانوں کے پیچھے سے آنا جہالت تھا اس سے منع کر دیا گیا ۔ (اشرف التفاسیر)

کسی کے مال کو ناجائز طور پر اپنے تصرف میں نہ لاؤ اور نہ اسے حکام تک پہنچاؤ یعنی رشوت دے
کر اپنے حق میں اسے مفید کراؤ کہ لوگوں کا مال تمہارا ہو جائے اور تم اسے ظلم و ستم سے تصرف میں لاؤ اور
اس کا کچھ حصہ ہڑپ کر جاؤ جب کہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ یہ تمہارا مال نہیں بلکہ غصب کیا ہوا
مال ہے ۔ یہ آیت شریف باہمی حسن معاملت کی تاکید فرماتی ہے اور غصب و خیانت سے منع فرماتی ہے ۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے چاند کے متعلق دریافت کیا یعنی اس کے گھٹنے بڑھنے کی غایت پوچھی
تو حق تعالیٰ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ اے حبیب آپ کہہ دیجئے کہ یہ دینی امور اور دنیوی معاملات کے لئے ہے
یعنی عبادات صوم و حج اور شہور دنیوی کام کاج کے متعلق ۔ حالت احرام میں مکانوں کے پیچھے سے آنے کے
طریقہ کا بطلان بلکہ نیکی و حقیقی خوف الٰہی اور اعمال صالحہ ہی ہے ۔ تقویٰ وسیلہ فوز و فلاح اور موجب اصابت حق ہے

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ
الْمُعْتَدِينَ ۝ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُم مِّنْ حَيْثُ
أَخْرَجُوكُمْ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِندَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّىٰ يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ ۖ فَإِن قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ ۗ
كَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۝ فَإِنِ انتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

اور (دیکھو!) جو لوگ تم سے لڑائی لڑ رہے ہیں چاہیے کہ اللہ کی راہ میں تم بھی ان سے لڑو (لیکن نہ دکھلاؤ)
البتہ کسی طرح کی زیادتی نہیں کرنی چاہیے اللہ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو زیادتی کرنے والے ہیں ✱
(اور جب کہ تمہارے خلاف اعلان جنگ کر دیا ہے تو تمہاری طرف سے بھی اب اعلان جنگ ہے) جہاں کہیں پاؤ انہیں
قتل کرو اور جس جگہ سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے تم بھی انہیں (وہاں سے) نکال باہر کرو۔ فتنہ کا قائم رہنا قتل و
خونریزی سے بھی بڑھ کر ہے (مگر یاد رہے حرم کی حدود کا خیال رکھو ان کے اندر لڑائی کی جائے یا نہ کی جائے تو
اس بارے میں حکم یہ ہے کہ) جب تک وہ خود مسجد حرام کے حدود میں تم سے لڑائی نہ کریں تم بھی اس جگہ ان
سے لڑائی نہ کرو۔ پھر اگر ایسا ہو کہ انہوں نے لڑائی کی تو تمہارے لئے بھی یہی ہوگا کہ لڑو۔ منکرین حق (کی
ظالمانہ پیش قدمیوں) کا یہی بدلہ ہے ✱ لیکن اگر ایسا ہوا کہ وہ لڑائی سے باز آ گئے تو (پھر اللہ کا
دروازہ بخشش بھی بند نہیں ہے) بلاشبہ وہ رحمت سے بخش دینے والا ہے۔ (۲/۱۹۰ تا ۱۹۲)

۱۹۰۔ حضرت ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مدینہ شریف میں جہاد کا پہلا حکم یہی نازل ہوا ✱ (یہ ترغیب جہاد
ہے کہ) اپنے دشمنوں سے کیوں نہ جہاد کرو جو تمہارے اور تمہارے دین کے کھلے دشمن ہیں۔ جیسے وہ تم سے
لڑتے ہیں تم بھی ان سے لڑو ✱ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی
کی معصیت نہ کرو ✱ صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو ہدایت دیتے ہوئے
فرماتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرو، خیانت نہ کرو، بدعہدیوں سے بچو، ناک کان وغیرہ اعضاء
نہ کاٹو، بچوں کو اور زاہد لوگوں کو جو عبادت خانوں میں پڑے رہتے ہیں قتل نہ کرو ✱ صحیحین میں ہے کہ ایک
مرتبہ ایک غزوہ میں ایک عورت قتل کی ہوئی پائی گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بہت برا مانا اور عورتوں
اور بچوں کے قتل کو منع فرمایا ✱ ظلم و زیادتی اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے ایسے لوگوں سے اللہ ناخوش رہتا ہے (بحوالہ ابن کثیر)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب صلح حدیبیہ کے وقت کافروں نے مکہ میں داخل ہونے سے روکا اور ان سے اس
وعدہ پر صلح کی کہ اگلے سال آ کر عمرہ کریں اس وقت تین دن ہمارے لئے مکہ خالی کر دیا جائے آپ نے جب

اگلے سال عمرہ کی قضا کرنے کا عزم کیا اور مسلمانوں کو ڈر ہوا کہ شاید کفارِ قریش اپنا وعدہ پورا نہ کریں تو نوبت
لڑائی کی آئے اور اس کو وہ پسند نہیں کرتے تھے کہ حرم میں بحالت احرام میں اور ان مہینوں میں کافروں سے لڑائی کی جائے
جن میں لڑائی حرام ہے اس پر یہ آیت اتری اور اللہ کے دین کو اونچا کرنے کے واسطے لڑو ان کافروں سے جو تم سے
لڑیں اور تم زیادتی نہ کرو کہ اللہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ (یہ آیت اگلی آیت سے منسوخ ہو گئی)

۱۹۱۔ اور جب تم میں اور ان میں کوئی عہد قائم نہ رہے تو ان کو جہاں پاؤ قتل کرو اور جس طرح انہوں نے تم کو
مکہ مکرمہ سے باہر نکالا ہے تم بھی ان کو وہاں سے نکال دو اور یہ خیال نہ کرو کہ ہم نے ان کو مقام مقدس میں
قتال کیا اور وہاں سے نکالا کیونکہ وہ وہاں فتنہ اور فساد کرتے ہیں اور فتنہ تو قتل سے بھی بڑھ کر ہے جس کا
نتیجہ خرابی، بلوہ اور پریشانی عباد ہے مگر مسجد حرام کے پاس ان سے جنگ نہ کرو جب تک کہ وہ وہاں تم سے
جنگ نہ کریں اور اگر وہ وہاں حرمت خانہ کعبہ کو ملحوظ نہ رکھیں اور تم سے جنگ کریں تو تم بھی ان
قتال کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی یہی سزا ہے۔ (تفسیر حقانی)

۱۹۲۔ پھر اگر وہ (قتل و شرک سے) باز رہیں تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے (کنزالایمان)

۱۹۰ تا ۱۹۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے شہر مکہ جائے امن ہے اگر یہاں دشمن کو دشمن پاتا تو بھی کچھ نہیں کہتا
اور حج کے اول و آخر تین مہینے ذیقعدہ ذی الحجہ اور محرم اور بیچ میں رجب کہ وہ بھی وقت زیارت تھا چار مہینے
وقت امن تھا کہ ملک عرب میں راہیں جاری رہتیں اور لڑائی موقوف رہتی اللہ تعالیٰ ان کا حکم فرماتا ہے۔ اس بیچ
میں اور بھی لڑائی کے آداب فرماتا ہے یہ حکم فرمایا کہ جو تم سے لڑیں ان سے لڑو اور زیادتی نہ کرو اس کے معنی یہ کہ
لڑائی میں لڑکے اور عورتیں اور بوڑھے قصداً نہ مارئیے لڑنے والوں کو مارئیے * یعنی مکہ جائے امن ہے لیکن جب
انہوں نے ابتداء کی اور تم پر ظلم کیا اور اہل اسلام کو ستاتے تھے کہ یہ مار ڈالنے سے زیادہ ہے اب ان کو امان نہ رہی
جہاں پاؤ مارو آخر جب مکہ فتح ہوا تو حضرت نے بھی حکم کیا کہ جو ہتھیار سامنے کرے اس کو مارو باقی سب کو امن
دو * یعنی ان سب پر اگر اب بھی مسلمان ہوں تو توبہ مقبول ہے۔ (موضح القرآن تفسیر شاہ عبدالقادرؒ)

فوائد: جہاد محض رضائے الٰہی اور دینی ترقی کی نیت سے چاہئے * حرم شریف میں قتال ناجائز ہے * اگر کوئی مجرم
حرم شریف میں داخل ہو جائے تو اسے نہ وہاں قتل کیا جا سکتا ہے اور نہ گرفتار بلکہ دانہ پانی بند کر کے اسے وہاں سے
نکلنے پر مجبور کیا جاتا تھا * نیز حرم میں جرم کرنے والے کو وہاں ہی سزا دی جاتی تھی (فوائد از اشرف التفاسیر)

خلاصہ: طاقت کا جواب طاقت سے دینے کی اجازت مقصد جہاد حق کی سربلندی ہو خبردار کیا گیا کہ ایسے وقت
بھی خود پہل نہ ہو اور کسی پر زیادتی نہ ہو کیونکہ تجاوز کرنے والے اللہ کو پسند نہیں * عمرہ قضا کے موقع پر صحابہ کو
مشرکین کی طرف سے حملے کا اندیشہ تھا پر رخصت کہ اگر وہ حملہ کریں تو بھرپور جواب دیا جائے۔ حق سے روکنا عقائد صحیحہ
سے دور رکھنا فتنہ ہے جو قتل سے زیادہ خطرناک ہے * خلاصہ کفار و مشرکین جب اپنی شرانگیزیوں، کفر و شرک
قتل و غارتگری، ظلم و جبر، معصیت و گمراہی سے باز آجائیں اور اللہ کی اطاعت قبول کر لیں حق کو مان لیں دین میں داخل ہو جائیں

[illegible]

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا
عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝ اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ
قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ص
وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۚ وَاَحْسِنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

اور لڑتے رہو ان سے یہاں تک کہ نہ رہے فتنہ (فساد) اور ہو جائے دین صرف اللہ کے لئے پھر اگر وہ باز آجائیں تو (سمجھ لو) کہ سختی (کسی پر) جائز نہیں مگر ظالموں پر ٭ حرمت والا مہینہ حرمت والے مہینے کا بدلہ ہے اور ساری حرمتوں میں (فریقین کے درمیان) برابری چاہیئے تو جو تم پر زیادتی کرے تم اس پر زیادتی کر لو (لیکن) اسی قدر جتنی زیادتی اس نے تم پر کی ہو، اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور جان لو یقیناً اللہ (کی نصرت) پرہیزگاروں کے ساتھ ہے ٭ اور خرچ کیا کرو اللہ کی راہ میں اور نہ پھینکو اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں اور اچھے کام کیا کرو بے شک اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے اچھے کام کرنے والوں سے (۲/۱۹۳ تا ۱۹۵)

۱۹۳ ۔ ان مشرکین سے جہاد جاری رکھو تاکہ یہ شرک کا فتنہ مٹ جائے اور اللہ تعالیٰ کا دین غالب اور عالی ہو جائے اور تمام ادیان پر غالب ہو جائے۔ صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایک شخص اپنی بہادری جتانے کے لئے، ایک شخص حمیت و غیرت قومی سے اور ایک شخص ریاکاری اور دکھاوے کے طور پر لڑتا ہے تو فرمایئے کہ ان میں کون شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا وہی ہے جو اس لئے لڑے کہ اللہ تعالیٰ کی بات بلند ہو اس کے دین کا بول بالا ہو ٭ پھر فرمایا اگر یہ کفار شرک و کفر سے اور تمہیں قتل کرنے سے باز آجائیں تو تم بھی ان سے رک جاؤ۔ اس کے بعد جو قتال کرے تو وہ ظالم ہوگا اور ظالموں کو ظلم کا بدلہ دینا ضروری ہے،

یہی معنی ہیں حضرت مجاہدؒ کے اس قول کے کہ جو لڑیں ان سے ہی لڑا جائے یا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ ان حرکات سے رک جائیں تو وہ ظلم یعنی شرک سے ہٹ گئے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ان سے جنگ و جدال ہو۔ لفظ عدوان زیادتی کے مقابلہ میں زیادتی کے بدلے کے لئے ہے (بحوالہ ابن کثیر)

۱۹۴ ۔ اور جب وہ حرمت کے مہینے میں تم سے لڑیں تو تم ان سے لڑو اور جن چیزوں کی عزت کرنی چاہیئے ان کی بے تعظیمی کرنے میں بدلہ ہے سو جو تم پر احرام کی حالت میں یا حرم میں یا حرمت کے مہینے میں زیادتی کرے تم بھی اس پر اسی قدر زیادتی کرو اور اللہ سے ڈرو کہ بدلے میں زیادتی نہ کرو اور جان لو کہ اللہ ڈرنے والوں کی مدد میں ہے (جلالین)

۱۹۵ ۔ دفع شر و فساد کے لئے جہاد کا حکم دیا تو اس کے ساز و سامان بہم پہنچانے کا بھی حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرو اور اگر بخل کرو گے تو تمہارے دشمن تم پر غالب آجائیں گے اس صورت میں گویا تم نے آپ اپنے تئیں ہلاکت میں ڈالا سو ایسا نہ کرو۔ یا یہ معنی کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو نہ ایسا کہ بالکل محتاج ہو جاؤ

اور ہلاکت میں نہ پڑ جاؤ یا یہ معنی کہ گو ہم نے جہاد کا حکم دیا ہے تو بغیر ساز و سامان یوں ہی اپنے سے قوی تر لوگوں سے لڑ کر نہ مر جاؤ کیونکہ اس سے مقصود شرع جو دفع فساد ہے حاصل نہیں ہوتا ایک سو کا کیا کر سکتا ہے! جہاد کے حکم کو احسان کے ساتھ ختم کیا تاکہ یہ معلوم ہو کہ یہ قتال و جہاد اپنے موقع پر ہے اس سے یہ مراد نہیں کہ ہر وقت خونخوار بنے رہو بلکہ نیکی اور احسان کی عادت پیدا کرو۔ (تفسیر حقانی)

۱۹۳ تا ۱۹۵۔ یعنی لڑائی کافروں سے اس واسطے ہے کہ ظلم موقوف ہو اور دین سے گمراہ نہ کر سکیں اور حکم اللہ کا جاری رہے اور اگر تابع ہو کر رہیں تو لڑائی کی حاجت ہی نہیں اور ایمان تو دل پر موقوف ہے زور سے مسلمان کرنے سے کیا حاصل ✱ اگر کافر ماہ حرام کا لحاظ کر کے اس مہینے میں وہ تم سے نہ لڑیں تو تم بھی اس سے نہ لڑو اور لحاظ نہ رکھیں اس ماہ میں ظلم کرتے رہیں مسلمانوں پر پھر مسلمان ان سے کیوں قصور کریں بلکہ سنہ حدیبیہ میں ماہ ذیقعدہ میں عمرے کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گئے اور کافر لڑنے کو موجود ہوئے یہ آیت اسی واسطے اتری کہ مسلمان خطرہ کرتے تھے کہ اگر ماہ حرام میں کافر لڑنے لگیں تو ہم کیا کریں ✱ یعنی جہاد ترک کر کے نہ بیٹھو۔ (موضح القرآن)

(پھر اگر وہ باز آ جائیں) کفر و باطل سے ✱ ذی القعدہ ۶ھ میں مشرکین عرب نے ماہ حرام کی حرمت و ادب کا لحاظ نہ رکھا اور تمہیں ادائے عمرہ سے روکا تو یہ بے حرمتی ان سے واقع ہوئی اور اس کے بدلے بتوفیق الٰہی ۷ھ کے ذی القعدہ میں تمہیں موقع ملا کہ تم عمرہ قضا کو ادا کرو ✱ اس سے تمام دینی امور میں طاعت و رضائے الٰہی کے لئے خرچ کرنا مراد ہے خواہ جہاد ہو یا نیکیاں (تفسیر صدر الافاضل برحاشیہ کنز الایمان)

فوائد: جہاد خدمت اسلام سمجھ کر کرنا چاہیے اس میں دنیوی فائدہ مدنظر نہ ہو ✱ بے ادب کا کوئی ادب نہیں ✱ بدلہ لینے میں بھی شرعی احکام کی پابندی لازم ہے بلکہ بہتر ہے نفس کی خاطر بدلہ نہ لے بلکہ رب کے لئے لے ✱ بدلہ میں برابری چاہیے نہ کہ زیادتی ✱ اسلام میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن مجید، کعبہ معظمہ، نماز اور ماں باپ سب کا ادب ہے ✱ بخل اور اسراف دونوں ہی ہلاکت کا سبب ہیں ✱ شیر کے منہ میں جانا، سانپ سے اپنے کو کٹوانا، زہر پینا، غرضیکہ کسی طرح خودکشی کرنا حرام ہے ✱ خطرہ کی جگہ بلا احتیاط بلا ضرورت جانا بھی منع ہے۔ بحوالہ (تفسیر نعیمی)

خلاصہ: ظلم و فساد کے مکمل طور پر ختم ہو جانے تک ان ظالموں اور فتنہ انگیزوں سے لڑائی جاری رکھی جائے یہاں تک کہ دین صرف اللہ کے لئے ہو جائے ہر طرف حق و صداقت عدل و انصاف قائم ہو جائے۔ اگر خلاف حرمت والے مہینوں کا لحاظ نہ رکھیں تو تم بھی ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہ بیٹھو بلکہ جیسا انہوں نے رویہ اپنایا ہے تم بھی بدلہ لو جس نے جیسا ظلم و زیادتی لڑائی وغیرہ تمہارے ساتھ کیا ہے تم بھی ان کا برابر جواب دو البتہ یہ خیال رہے کہ بدلہ میں برابری ہو زیادتی نہ ہو یعنی جتنی زیادتی تمہارے ساتھ ہوئی ہے اتنی ہی بدلہ میں ہو اس معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہو اور اللہ تعالیٰ کی نصرت ان کے لئے ہے جو متقی ہیں۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا حاصل موقع سے ہے اسراف اور بخل سے کام نہ لیں بلکہ کارِ خیر اور ساز و سامان جہاد کے لئے اپنا مال خرچ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اچھے کام کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ ۚ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۖ
وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ ۚ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ
مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ
أَوْ نُسُكٍ ۚ فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ
مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا
رَجَعْتُمْ ۗ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۗ ذَٰلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے پورا کرو پھر اگر گھر جاؤ تو جو بھی قربانی کا جانور میسر ہو (اسے پیش کردو) اور جب تک قربانی اپنے مقام پر نہ پہنچ جائے اپنے سر نہ منڈاؤ لیکن اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو وہ روزوں سے یا خیرات سے یا ذبح سے فدیہ دے دے لیکن جب تم حالت اطمینان میں ہو تو پھر جو شخص عمرہ سے مستفید ہوا ہے حج سے ملا کر تو جو قربانی اسے میسر ہو وہ کر ڈالے اور جس کسی کو میسر نہ آئے وہ تین دن کے روزے زمانہ حج میں رکھ ڈالے اور سات روزے جب تم واپس ہو یہ پورے دس (روزے) ہوئے یہ اس کے لئے (درست) ہے جس کے اہل مسجد حرام کے قریب نہ رہتے ہوں اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ سخت گرفت کرنے والا ہے۔ (۲/۱۹۶)

حکم ہوتا ہے کہ حج اور عمرے کو پورا کرو۔ ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ حج اور عمرے کو شروع کرنے کے بعد پورا کرنا چاہئے۔ تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ حج و عمرے کو شروع کرنے کے بعد ان کا پورا کرنا لازم ہے گو عمرے کے واجب ہونے میں اور مستحب ہونے میں علماء کے دو قول ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ پورا کرنا یہ ہے کہ تم اپنے گھر سے احرام باندھو۔ حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہیں کہ ان کا تمام کرنا یہ ہے کہ تم اپنے گھر سے احرام باندھو تمہارا یہ سفر حج و عمرے کی غرض سے ہو میقات پہنچ کر لبیک پکارنا شروع کردو۔ تمہارا ارادہ تجارت یا کسی اور غرض دنیوی کا نہ ہو کہ نکلے تو اپنے کام کو اور مکہ کے قریب پہنچ کر خیال آ گیا کہ آؤ حج اور عمرہ بھی کرتا چلوں گو اس طرح بھی حج و عمرہ ادا ہو جائے گا لیکن یہ پورا کرنا نہیں ہے پورا کرنا یہ ہے کہ صرف اسی ارادے سے گھر سے نکلے حضرت مکحول رح فرماتے ہیں کہ ان کا پورا کرنا یہ ہے کہ انہیں میقات سے شروع کرے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ دونوں کو الگ الگ ادا کرے (ابن کثیر)

سو اگر تم روکے جاؤ (حج و عمرہ کے) ادا کرنے سے روکے جاؤ دشمن وغیرہ کی وجہ سے تو جو قربانی میسر ہو (یعنی بکری) بھیجو اور سر منڈوا کر حلال نہ ہو جب تک کہ وہ قربانی اپنی ذبح ہونے کی جگہ پہنچ جائے۔ (جلالین)

انشاء اللہ حج و عمرہ سے متعلق یہ پہلی آیت ہے اور پھر دیگر مقامات پر بھی اس کے احکام بیان ہوئے ہیں۔

آیت میں ارشاد ہے کہ اللہ کے لئے حج اور عمرہ پورا کرو یعنی شروع کرکے ناتمام نہ چھوڑو اور ان کے شروط و ارکان میں کوئی کمی نہ کرو اور نیت بھی اسی کے لئے کرو۔ اور جو احرام باندھنے کے بعد روکے جاؤ خواہ بسبب مرض کے یا بسبب دشمن کے جیسا کہ اسی زمانہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو (سنہ ۶ھ) حدیبیہ میں قریش نے روک دیا تھا یا کوئی اور سبب پیش آوے جیسا کہ زور بارش سفر ہو جانا وغیرہ کو پیش آتا ہے ان صورتوں میں اگر قربانی خواہ بکری خواہ اونٹ جو میسر آوے کعبہ کو بھیج دو جب جانور کو وہاں ذبح ہو چکے تو احرام کھولو اور سر منڈوا دو اس حج و عمرہ کو آئندہ برسوں میں ادا کردو۔ (حقانی)

حج یا عمرہ کا احرام باندھ لو تو پھر اس کا پورا کرنا ضروری ہو جاتا ہے نفلی حج و عمرہ ہو۔ (تیسیر التفاسیر)

حج نام ہے احرام باندھ کر نویں ذی الحجہ کو عرفات میں ٹھہرنے اور کعبہ معظمہ کے طواف کا۔ اس کے لئے خاص وقت مقرر ہے جس میں یہ افعال کئے جائیں تو حج ہے۔ مسئلہ: بقول راجح حج ۹ھ میں فرض ہوا اس کی فرضیت قطعی ہے *

جو بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہے (جس سے وہ سر منڈانے کے لئے مجبور ہو اور سر منڈالے) تو بدلہ دے روزے (تین دن کے) یا خیرات (چھ مسکینوں کا کھانا ہر مسکین کے لئے پونے دو سیر گیہوں) یا قربانی۔ پھر جب تم اطمینان سے ہو تو جو حج سے عمرہ ملا کر فائدہ اٹھائے (یعنی تمتع کرے) اس پر قربانی ہے (یہ قربانی تمتع کی ہے حج کے شکریہ میں واجب ہوئی خواہ تمتع کرنے والا فقیر ہو، عید الاضحی کی قربانی نہیں جو فقیر اور مسافر پر واجب نہیں ہوتی) جس کو میسر نہ آوے کہ جس سے مقدور نہ ہو تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے (یعنی یکم شوال سے نویں ذی الحجہ تک احرام باندھ لینے کے بعد اس درمیان میں جب چاہے رکھ لے خواہ ایک ساتھ یا متفرق کرکے بہتر ہے کہ ۷، ۸ و ۹ ذی الحجہ کو رکھے۔) اور سات جب لوٹ کر جاؤ۔ یہ پورے دس ہوئے۔ یہ حکم اس کے لئے ہے جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو (اہل مکہ کے لئے نہ تمتع ہے نہ قران اور حدود میقات کے اندر رہنے والے اہل مکہ میں داخل ہیں) (تفسیر صدر الافاضل بحاشیہ کنز الایمان)

اگر بیماری کی وجہ سے یا کسی دوسری وجہ سے راہ میں رک جانا پڑے تو اس صورت میں کیا کرنا چاہئے؟ نیز حج اور عمرے کے تمتع کی صورت یعنی دونوں کو ملا کر کرنے کی صورت (ترجمان)

فوائد: تمتع یا افراد سے قران افضل ہے * بہتر ہے کہ حج میں دنیوی کام کی نیت نہ کرے جیسا کہ لِلّٰہ سے معلوم ہوا * نفل شروع کر دینے سے واجب ہو جاتے ہیں * احصار کی قربانی حرم میں ہی ذبح ہو سکتی ہے جیسا کہ محلہ سے معلوم ہوا * حصر دشمن سے بھی ہو سکتا ہے اور بیماری سے بھی * جو محرم مجبوراً سر منڈا دے اسے کفارہ میں اختیار ہے مگر جو بلا عذر سر منڈائے اسے اس میں اختیار نہیں بلکہ چوتھائی سے کم منڈانے میں صدقہ اور چوتھائی منڈانے میں قربانی ہی واجب ہوگی (تفسیر احمدی) حصر بکری کی بھی ہو سکتی ہے (روح البیان) حج کی طرح عمرہ کا بھی احصار ہو سکتا ہے * حج میں مردوں کے بال کتروانے سے سر منڈوانا افضل ہے (بحوالہ ابن کثیر)

خلاصہ: حج ۹ھ میں فرض ہوا۔ عمرہ کو حج اصغر کہتے ہیں۔ حج صاحب استطاعت پر زندگی میں ایک بار فرض ہے اور عمرہ سنت۔ حج کے لئے مہینہ اور تاریخیں مقرر ہیں جب کہ عمرہ میں نہیں۔ عمرہ سال بھر میں کبھی بھی ادا کیا جا سکتا ہے عمرہ میں احرام شرط اور طواف و سعی رکن۔ حج میں تین فرض ہیں اور پانچ واجب۔ فرائض میں احرام، عرفات میں وقوف یعنی ٹھہرنا اور طواف افاضہ یا طواف زیارت ہیں جبکہ واجبات میں مزدلفہ میں ٹھہرنا، صفا مروہ کی سعی کرنا، جمروں پر کنکر مارنا، طواف وداع کرنا اور سر منڈوانا یا قصر * حج سے متعلق احکام * روکے جانے بیماری، یا کسی اور سبب سے سر منڈانے کا فدیہ، تمتع کی قربانی، بعمرہ دیگر معذوروں کا حکم، یہ آیات کے سبب اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے

[illegible]

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ
وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۗ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ۗ وَتَزَوَّدُوْا
فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۚ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ○ لَيْسَ عَلَيْكُمْ
جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۗ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ
عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۖ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ○

حج کے چند مہینے ہیں جو معلوم ہیں پس جو نیت کرے ان میں حج کی تو اسے جائز نہیں بے حیائی کی بات
اور نہ نافرمانی اور نہ جھگڑا حج کے دنوں میں اور جو تم نیک کام کرو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے اور سفر کا توشہ
تیار کرو اور سب سے بہتر توشہ تو پرہیزگاری ہے اور ڈرتے رہو مجھ سے اے عقلمندو * نہیں ہے
تم پر کوئی حرج (اگر حج کے ساتھ ساتھ) تم تلاش کرو اپنے رب کا فضل (رزق) پھر جب واپس
آؤ عرفات سے تو ذکر کرو اللہ کا مشعر حرام (مزدلفہ) کے پاس اور ذکر کرو اس کا جس طرح
اس نے تمہیں سکھایا اور اگرچہ تم اس سے پہلے گمراہوں میں سے تھے۔ (۲/ ۱۹۷، ۱۹۸)

۱۹۷۔ حج چند ان مہینوں کا جو معلوم اور مقرر ہیں۔ پس حج کے مہینوں میں احرام باندھنا دوسرے
مہینوں کے احرام سے زیادہ کامل ہے اگرچہ اور ماہ کا احرام بھی صحیح ہے * اشہر معلومات سے مراد
حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ شوال، ذوالقعدہ اور دس دن ذی الحجہ کے ہیں (بخاری) یہ روایت ابن جریر
میں بھی ہے * جو شخص ان مہینوں میں حج مقرر کرے یعنی حج کا احرام باندھ لے اس سے ثابت ہوا کہ حج کا
احرام باندھنا اور اسے پورا کرنا لازم ہے فرض سے مراد یہاں واجب و لازم کر لینا ہے * حضرت ابن عباسؓ
فرماتے ہیں احرام باندھ لینے اور لبیک پکارنے کے بعد کہیں ٹھہرا رہنا ٹھیک نہیں۔ بعض بزرگوں نے یہ بھی
کہا ہے کہ فرض سے مراد لبیک پکارنا ہے رفث سے مراد جماع ہے * احرام کی حالت میں جماع
اور اس کے تمام مقدمات حرام ہیں جیسے مباشرت، بوسہ یا ان باتوں کا عورتوں کی موجودگی میں ذکر کرنا
رفث ہے * فسوق کے معنی عصیان و نافرمانی شکار، گالی گلوچ بد زبانی وغیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہر نافرمانی
فسق میں داخل ہے۔ گو یہ فسق ہر وقت حرام ہے لیکن حرمت والے مہینوں میں اس کی حرمت اور بڑھ
جاتی ہے پھر ارشاد ہوتا ہے حج میں جھگڑا نہیں یعنی حج کے وقت اور حج کے ارکان وغیرہ میں جھگڑا
نہ کرو * حج کے سفر میں آپس میں نہ جھگڑو نہ ایک دوسرے کو غصہ دلاؤ نہ کسی کو گالی دو * جو شخص حج کرے
اور مسلمان اس کی زبان اور ہاتھ سے ایذا نہ پائیں۔ اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں (بحوالہ ابن کثیر)

حج کا وقت شوال، ذیقعدہ اور دس دن ذی الحجہ کے (بعض نے کہا مکمل ذی الحجہ) سو جو کوئی ان مہینوں میں حج
کا ارادہ باندھ لے تو وہ حج میں نہ بیوی سے صحبت کرے نہ گناہ کرے نہ کسی سے لڑے اور جو تم صدقہ وغیرہ دو گے اللہ تعالیٰ
اس کو جانتا ہے بدلہ دے گا یمن کے لوگ بغیر سامان سفر توشہ وغیرہ کے حج کو نکل کھڑے ہوتے تھے ان کا بوجھ اوروں
پر ہوتا تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا سفر کا سامان ساتھ لو کہ لوگوں سے نہ مانگنا ۔ علاوہ توشہ کے اللہ سے ڈرنا افضل ہے مجھ سے ڈرو (جلالین)

۱۹۸ ۔ عرب کی قومیں ایام حج میں تجارت کو برا سمجھتی تھیں حالانکہ یہ کچھ برائی نہیں بلکہ ایسے مجامع میں کاروبار
خرید و فروخت (مسلمانوں کی اصلاح دنیا کا لین) حج ایک ایسا ذریعہ ہے کہ جس سے دنیا بھر کے مسلمان باہمی
اتفاق اور خاص خاص تجارتوں پر عمل کرنے کا باہمی معاہدہ کر سکتے ہیں دنیا میں اس سے بڑھ کر اور کوئی انجمن
ہو نہیں سکتی جہاں مشرق و مغرب کے مسلمان ہر طبقہ کے موجود ہوتے ہیں اور دینی برادری کا کمال ظاہر ہوتا ہے
مگر مسلمانوں نے اس قومی آرگن کو بے کار کر رکھا ہے صرف ادائے فریضہ کا کام لیتے ہیں "حاشیہ") بند ہونا
ایک طرح کی مسافروں یا غرباء کے لئے تکلیف ہے * اس لئے فرمایا کہ اگر تم ان ایام میں روزی کو فضل رب سے
تلاش کرو یعنی تجارت کے لئے کچھ مال لاؤ تو کچھ مضائقہ نہیں اور یہ توشہ سفر حج کا ایک عمدہ ذریعہ ہے
اس لئے اس کو بھی اس کے ساتھ بیان فرما دیا اس سے فضائل و محامد حاصل کرنے کی طرف اشارہ ہے (تفسیر حقانی)

عرفات ایک مقام کا نام ہے جو موقف ہے۔ مسئلہ عرفات میں وقوف فرض ہے کیونکہ اس کا اضافہ بلا وقوف
متصور نہیں * اللہ کا ذکر تلبیہ و تہلیل و تکبیر و ثناء و دعا کے ساتھ یا نماز مغرب و عشاء کے ساتھ * مشعر حرام
جبل قزح ہے جس پر امام وقوف کرتا ہے مسئلہ وادی محسر کے سوا تمام مزدلفہ موقف ہے اس میں وقوف
واجب ہے بے عذر ترک کرنے سے دم لازم آتا ہے اور مشعر حرام کے پاس وقوف افضل ہے * "بے شک اس سے پہلے
تم بہکے ہوئے تھے" یعنی طریق ذکر و عبادت کچھ نہ جانتے تھے۔ (تفسیر صدر الافاضل بر حاشیہ کنز الایمان)

فوائد: حج میں عشق الٰہی کا ظہور ہوتا ہے * حج میں اسلامی عبادات کا خلاصہ ہے * حج روحانیت کی آخری منزل ہے *
حج معرفت الٰہی کا زینہ ہے * حاجی رب کے مہمان ہیں * غریب پر حج فرض نہیں * مال کمانا بڑا اہم ہے * حرم شریف اور
حرم و متبرک میں گناہ کا زیادہ عذاب ہے * حرام کے اسباب بھی حرام ہیں * نفلی عبادت شروع کر دینے سے فرض ہو جاتی ہیں *
انفرادی عبادت سے اجتماعی عبادت افضل ہے * تجارت بہتر چیز ہے * ادائے عبادت کے وقت قومی امتیاز یا دنیوی بڑائی محرومی ہے *
(جیسے نبوت کی) صحبت جماعت کے ساتھ رہنا جماعت سے علیحدگی بدبختی ہے * عرفات مزدلفہ اور منیٰ کی زمین کسی کی ملک نہیں (نور العرفان تفسیر نعیمی)

حج کے مہینے مقرر ہیں۔ عمرہ تو سال میں ہر وقت جائز ہے لیکن حج صرف مخصوص دنوں میں ہوتا ہے۔ اس لئے
جو شخص ان میں حج لازم کر لے وہ اپنی بیوی سے میل قربت کرنے، گناہ کرنے اور لڑائی جھگڑے سے اپنے آپ کو بچائے
نیز وہ جو بھی نیکی کرتا ہے وہ اللہ کے علم میں ہے جب حج کے لئے نکلیں تو زاد سفر اور توشہ ساتھ رکھیں خوف الٰہی بہترین
توشہ ہے عقلمندوں کو خوف الٰہی کی تاکید۔ حج کے دوران فضل رب کی تلاش گناہ نہیں یعنی تجارت، خرید و فروخت ہو سکتی ہے
عرفات سے لوٹ کر مشعر حرام کے پاس ذکر الٰہی کا حکم یعنی اللہ تعالیٰ کی تسبیح، ثناء و دعا کرو اس نے ہم جیسے بھٹکے ہوؤں کو ہدایت عطا فرمائی۔

ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝
فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ۗ فَمِنَ
النَّاسِ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَ
مِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا
عَذَابَ النَّارِ ۝ أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِمَّا كَسَبُوا ۚ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝

ہاں تم وہاں جا کر واپس آؤ جہاں سے اور لوگ واپس آتے ہیں اور اللہ سے مغفرت طلب کرو بے شک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ پھر جب تم اپنے مناسک ادا کر چکو تو اللہ کی یاد کرو اپنے باپ دادا کی یاد کی طرح بلکہ یہ یاد اس سے بھی بڑھ کر ہو اور لوگوں میں کچھ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا (ہی) میں دے دے اور ایسے شخص کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور کوئی ان میں ایسے ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں (بھی) بہتری دے اور آخرت میں (بھی) بہتری اور ہم کو آگ کے عذاب سے بچائے رکھنا یہ وہ لوگ ہیں جنہیں حصہ مل کر رہے گا بہ عوض اس کے کہ جو انہوں نے عمل کر کے کمایا اور اللہ حساب بہت جلد لے لے گا۔ (۲/ ۱۹۹ تا ۲۰۲)

۱۹۹۔ عرفات میں ٹھہرنے والے کو حکم ملا کہ وہ یہاں سے مزدلفہ جائے تاکہ مشعرالحرام کے پاس اللہ کا ذکر کر سکے اور یہ بھی فرمایا کہ وہ تمام لوگوں کے ساتھ عرفات میں ٹھہرے جیسے عام لوگ یہاں ٹھہرتے تھے۔ البتہ قریشیوں نے فخر و تکبر اور شان امتیاز کے طور پر یہ ٹھہرایا تھا کہ وہ حد حرم سے باہر نہیں جاتے تھے اور حرم کی آخری حد پر ٹھہر جاتے اور کہتے تھے کہ ہم اللہ والے ہیں اسی شہر کے رئیس ہیں اور اس کے گھر کے مجاور ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ قریش اور ان کے ہم خیال لوگ مزدلفہ ہی میں رک جاتے تھے اور اپنا نام حمس رکھتے تھے باقی کل عرب عرفات میں جا کر ٹھہرتے تھے اور وہیں سے واپس لوٹتے تھے اسی لئے اسلام نے حکم دیا کہ جہاں سے عام لوگ لوٹتے ہیں تم وہیں سے لوٹا کرو * ابن عباسؓ فرماتے ہیں افاضہ سے مراد یہاں مزدلفہ سے رمی جمار کے لئے منیٰ کو جانا ہے واللہ اعلم۔ اور الناس سے مراد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں بعض کہتے ہیں کہ مراد امام ہے * پھر استغفار کا ارشاد ہوتا ہے جو عموماً عبادات کے بعد فرمایا جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرض نماز سے فارغ ہو کر تین بار استغفار کیا کرتے تھے (مسلم) آپ لوگوں کو سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر تینتیس تینتیس مرتبہ پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے (صحیحین)

(تفسیر ابن کثیر)

۲۰۰۔ پھر جب تم احکام حج ادا کر چکو کنکریاں مار چکو طواف زیارت کر چکو اور منا میں ٹھہرو تو وہاں خوب اللہ کی بڑائی اور تعریف کرو جیسا کفر کی حالت میں حج سے فارغ ہو کر اپنے باپ دادا کے فخر بیان کرتے تھے یا اس سے بھی زیادہ بعض لوگوں میں سے وہ ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہم کو ہمارا حصہ دنیا میں دے دے سو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا دے اور آخرت میں ان کا کچھ حصہ نہیں یہ کافروں کا حال ہے (جلالین شریف)

۲۰۱۔ جن نمازیوں کے سامنے آخرت کھڑی ہے وہ جس طرح اپنے حوائج دنیا کے لئے دعا کرتے ہیں اسی طرح

20A

اس جہان کی خوبیاں بھی اپنے پروردگار سے مانگتے ہیں سو ایسے لوگوں کی سعی کا اثر ہوتا ہے اور ان کو دونوں جہان کی بہبودی کا حصہ پہنچتا ہے ۔ (تفسیر حقانی)

۲۰۲۔ دعا کسب و اعمال میں داخل ہے حدیث شریف میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا فرماتے تھے اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔ * (اللہ تعالیٰ جلد حساب کرنے والا ہے) یعنی عنقریب قیامت قائم کر کے بندوں کا حساب فرمانے والا ہے تو چاہیے کہ بندے ذکر و دعا و طاعت میں جلدی کریں (مدارک و خازن) بحوالہ تفسیر روح المعانی

دین اور دنیا کے معاملے میں دنیا کی عام گمراہی یہ ہے کہ یا تو افراط میں پڑتے ہیں یا تفریط میں اور راہ اعتدال گم ہو گئی ہے یعنی یا تو دنیا کا انہماک اس درجہ بڑھ جاتا ہے کہ آخرت سے بالکل بے پروا ہو جاتے ہیں یا آخرت کے استغراق میں اتنے دور نکل جاتے ہیں کہ ترک دنیا اور رہبانیت کا دم بھرنے لگتے ہیں لیکن دین حق کی راہ ہر گوشہ عمل کی طرح یہاں بھی اعتدال کی راہ ہے اور صحیح زندگی اس کی زندگی ہے جو کہتا ہے "خدایا میں دنیا اور آخرت دونوں کی سعادتیں چاہتا ہوں" ۔ (ترجمان)

فوائد: ادائے عبادت کے وقت قومی امتیاز اور دنیوی شیخیاں محرومی کا باعث ہیں ۔ دیکھو قریش کو حکم ہوا کہ تم بھی عام لوگوں کے ساتھ عرفات پہنچا کرو اور ان کے ساتھ ہی واپس ہوا کرو * ہمیشہ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ رہنا ضروری ہے جماعت سے علیحدگی ہلاکت ہے * عرفات و مزدلفہ اور مسجد وغیرہ کی زمین کسی کی ملک نہیں بادشاہ بھی فقیر کو کسی سے نہیں ہٹا سکتا * عبادت کے بعد دعا کرنا اور ذکر کرنا بہت بہتر ہے * بلند آواز سے بلکہ جماعت کے ساتھ ذکر کرنا اللہ کو پسند ہے (جن آیات اور روایات میں جہری ذکر سے منع کیا گیا ہے ان میں خاص حالات ہیں) * رب ایسا کریم ہے کہ زیادہ مانگنا اسے پسند ہے * طالب دنیا دین سے محروم رہ جاتا ہے * مومن کی دنیا بھی بہتر ہے * دعا اور اعمال بھی کسب میں داخل ہیں * نہ تو صرف دنیا ہی کی دعا مانگے اور نہ صرف آخرت کی بلکہ دونوں کی * کبھی معمول کر لیں اپنے لیے بد دعا نہ کرے شاید یہ ہی ساعت قبولیت کی ہو (بحوالہ از نور العرفان)

خلاصہ: قریش نے جو باتیں نئی ایجاد کی تھیں ان میں یہ بھی کہ حج میں عرفات کی حاضری کی کیا حاجت فقط مزدلفہ تک جانا ہی کافی ہے عرفات تک جانا ان کی شان کے منافی سمجھا جاتا تھا یہاں انہیں حکم دیا گیا کہ تم وہاں جا کر واپس آؤ جہاں سے لوگ واپس آتے ہیں اللہ تعالیٰ مغفرت طلب کرنے والے کو اپنے فضل سے اپنی صفت مغفرت سے بخشتا دیتا ہے اور ان پر رحمت بے پایاں فرماتا ہے ۔ (تیسیر القرآن سے)

فراغت حج کے بعد میلہ میں زمانہ جاہلیت میں عرب اپنے آبا کا تذکرہ کیا کرتے تھے یہاں حکم ہو رہا ہے کہ حج کے مناسک سے فارغ ہو کر جو مسلمان منیٰ میں قیام کرتا ہے تو وہاں خوب اللہ کا ذکر کیا کرو ۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ میں انسان کے تمام دنیوی اور دینی مقاصد سے متعلق عرض ہے اور جو یہ دعا پڑھتا ہے دنیا و آخرت میں عزت و دولت راحت و سکون سے مالا مال ہو جاتا ہے اس دعا کا آخری آتش جہنم سے بچانے کا بھی عرض ہے ۔ حالت طواف میں رکن یمانی سے حجر اسود تک یہ دعا مسنون عمل ہے ۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ
تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ○
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ
وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ○ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ
وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ○ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ
فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ○ اور (خوب) یاد کرو اللہ تعالیٰ کو ان دنوں میں جو معدودے
چند ہیں اور جلدی کرکے دو دنوں میں ہی چلا گیا تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں اور جو کچھ دیر وہاں ٹھہرا رہا تو
اس پر بھی کوئی گناہ نہیں (بشرطیکہ) وہ ڈرتا رہا ہو۔ اور ڈرتے رہو اللہ سے اور (خوب) جان لو تمہیں
اسی کی بارگاہ میں اکٹھا کیا جائے گا۔ اور (اے سننے والے) لوگوں میں وہ بھی ہے کہ پسند آتی ہے تجھے اس کی
گفتگو دنیاوی زندگی کے بارے میں اور وہ گواہ بناتا رہتا ہے اللہ کو اس پر جو اس کے دل میں ہے حالانکہ
وہ (حق کا) سخت ترین دشمن ہے اور جب وہ حاکم بن جاتا ہے تو سر توڑ کوشش کرتا ہے کہ ملک میں
فساد برپا کردے اور تباہ کردے کھیتی کو اور نسل انسانی کو اور اللہ تعالیٰ فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا اور
جب کہا جاتا ہے اسے کہ (میاں) خدا سے ڈرو تو اکڑ جاتا ہے اسے غرور گناہ پر پس اس کے لئے جہنم کافی
ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ (۲/۲۰۳ تا ۲۰۶)

۲۰۳۔ ایام معدودات سے مراد ایام تشریق اور ایام معلومات سے ذی الحجہ کے دس دن مراد ہیں۔ ذکر اللہ کا مطلب یہ ہے کہ ایام تشریق میں فرض نمازوں کے بعد اللہ اکبر اللہ اکبر کہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایام تشریق اکل وشرب (کھانے پینے) کے اور ذکر اللہ کرنے کے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عبد اللہ بن حذافہ کو بھیجا کہ وہ منیٰ میں گھوم کر منادی کردیں کہ ان دنوں میں کوئی روزہ نہ رکھے یہ دن کھانے پینے اور ذکر اللہ کرنے کے ہیں ✱ یہ مطلب بھی ہے کہ شیطانوں کو کنکریاں مارنے کے وقت تکبیر اور ذکر اللہ کیا جائے جو ایام تشریق کے ہر دن ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے کہ بیت اللہ کا طواف، صفا مروہ کی سعی، شیطانوں کو کنکریاں مارنی یہ سب اللہ تعالیٰ کے ذکر کو قائم کرنے کے لئے ہے چونکہ اللہ تعالیٰ نے حج کی پہلی اور دوسری واپسی کا ذکر کیا اور اس کے بعد لوگ ان پاک مقامات کو چھوڑ کر اپنے شہروں اور مقامات کو لوٹ جائیں گے اس لئے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ تمہیں اس کے سامنے جمع ہونا ہے اس نے تمہیں زمین میں پھیلایا پھر وہی سمیٹ لے گا پھر اسی کی طرف حشر ہوگا۔ پس جہاں کہیں ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

۲۰۴ اور بعض آدمی ہیں کہ جن کی بات تمہیں دنیا میں اچھی معلوم ہوتی ہے قیامت کو (یعنی) اچھی نہ لگے گی کہ
وہ بات اس کے دل سے نہ نکلی اور اللہ کو اپنے جی کی بات پر گواہ کرتا ہے کہ میری زبان دل کے موافق ہے
حالانکہ وہ تمہارے پیروی کرنے والوں کی اور تمہارے ساتھ سخت خصومت اور دشمنی رکھتا ہے (جلالین)

۲۰۵ اس سے پہلے والی اور یہ آیت اخنس بن شریق سے متعلق ہے جو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں حاضر ہو کر بہت لجاجت سے میٹھی میٹھی باتیں کرتا تھا اور اپنے اسلام اور آپ کی محبت کا دعویٰ کرتا
اور اس پر قسمیں کھاتا اور در پردہ فساد انگیزی میں مصروف رہتا تھا مسلمانوں کے مویشی کو اس نے ہلاک کیا اور
ان کی کھیتی کو آگ لگا دی۔ (تفسیر صدر الافاضل)

۲۰۶ دین حق دنیا کا نہیں بلکہ دنیا پرستی کے غرور و سرمستی کا مخالف ہے * یہی دنیا پرستی کا غرور ہے جو انسان
کو خدا پرستی اور راست بازی سے بے پروا کر دیتا ہے اور جب اسے طاقت اور حکومت مل جاتی ہے تو غرض و
نفس کی پرستش میں وہ سب کچھ کر گزرتا ہے جو دنیا میں انسان کا ظلم و فساد کر سکتا ہے * اور جب اس سے کہا جاتا
خدا سے ڈرو (اور ظلم و فساد سے باز آؤ) تو اس کا گھمنڈ انھیں (اور زیادہ) گناہ پر اکساتا ہے پس (جن لوگوں کا حال
ایسا ہو تو وہ کبھی ظلم و فساد سے باز آنے والے نہیں) انہیں تو جہنم ہی کفایت کرے گا * جو بڑا ہی ٹھکانا ہے (ترجمان)

فوائد: نویں ذی الحجہ کی فجر سے تیرہویں ذی الحجہ کی عصر تک نماز پنجگانہ باجماعت کے بعد باآواز بلند ایک بار تکبیر کہنا
واجب اور تین بار مستحب ہے * دنیوی غرض سے دینی کام کرنا بھی دنیا ہی میں داخل ہے * اعمال کا حسن اچھی
نیت ہے * کھلے کافر سے منافق بدتر ہے * قول کی تصدیق عمل سے ہوتی ہے * بدترین شخص وہ ہے
جو نصیحت کی بات پر رب کا نام سن کر الٹا ضد میں آجائے * تکبر کی نحوست سے کبھی بارش بھی بند ہو جاتی ہے *
ہر چمکیلی چیز سونا نہیں ہر میٹھی باتیں کرنے والا دوست نہیں * سچے مومن کو قسمیں کھانے کی ضرورت نہیں منافق
لوگ قسمیں کھا کر اپنا ایمان ثابت کرتے ہیں اصلی سونے والا قسمیں نہیں کھاتا نقلی سونے والا ہر طرح خریدار کو یقین دلاتا ہے (جواہر [illegible])

خلاصہ: منی میں جتنے روز قیام کرے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل اور حمد و ثنا میں مشغول رہے اور اپنے باطن کی اصلاح کی
طرف پوری پوری توجہ دے * ایام معدودات درحقیقت ایام تشریق ہیں۔ جن میں فرض نمازوں کے بعد تکبیر کا التزام
سب پر ہے * منافقین میٹھی باتوں اور جھوٹی قسموں سے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن دراصل یہی
اسلام کے سب سے بڑے بدخواہ، دشمن اور مزاج کے لحاظ سے نہایت جھگڑالو ہیں۔ وہ جب تک مسلمانوں
کے ساتھ رہتے ہیں تو اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ اپنی مکاریوں اور جھوٹی قسموں سے کرتے ہیں اور جب ان سے
الگ ہوتے ہیں تو اپنی اصلیت پر اتر آتے ہیں یا جب انھیں تھوڑا بہت اقتدار مل جاتا ہے تو پھر وہ قتل و غارتگری
لوٹ مار آتش زنی اور فتنہ و فساد مچاتے ہیں * اللہ تعالیٰ کو فساد ہرگز پسند نہیں * اخنس بن شریق
ثقفی سمیت تمام منافقین کا یہی حال ہے جس کی منافقت کے سلسلہ میں آیت کا نزول ہوا * ان منافقوں کو
جب خوف الٰہی دلایا جاتا ہے تو الٹا ضد میں آکر گناہ پر اکڑ جاتے ہیں لہٰذا ان کا ٹھکانا جہنم ہے جو بہت برا ٹھکانا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ○
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً ۠ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ
اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْۤا
اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِىْ ظُلَلٍ مِّنَ
الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِىَ الْاَمْرُ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ○

اور انسانوں میں کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جو اپنی جان (تک) اللہ کی رضا جوئی میں بیچ ڈالتا ہے اور اللہ بندوں کے حق میں بڑا شفیق ہے * اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے * پھر اگر تم بعد اس کے کہ تمہارے پاس کھلی ہوئی نشانیاں پہنچ چکی ہیں ڈگمگا گئے تو جانے رہو کہ اللہ بڑا زبردست ہے بڑا حکیم ہے * (یہ لوگ) تو بس اسی کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس خدا (کا عذاب) بادل کے سائبانوں میں آجائے اور فرشتے (بھی) اور قصہ ہی ختم ہو جائے اور اللہ ہی کی طرف (سارے) معاملات رجوع کئے جائیں گے ۔ (۲/۲۰۷ تا ۲۱۰)

۲۰۷ ۔ یہ آیت حضرت صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے ۔ یہ مکہ میں مسلمان ہوئے تھے جب مدینہ کی طرف ہجرت کرنی چاہی تو کافروں نے ان سے کہا تھا کہ ہم تمہیں مال لے کر جانے نہیں دیں گے اگر تم مال چھوڑ کر جانا چاہتے ہو تو تمہیں اختیار ہے ۔ آپ نے سب مال سے علیحدگی کر لی اور کفار نے اس پر قبضہ کر لیا اور آپ نے ہجرت کی جس پر یہ آیت اتری ۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت آپ کے استقبال کے لئے حرہ تک آئی اور مبارکباد دی کہ آپ نے بڑا اچھا سودا کیا بڑے نفع کی تجارت کی ۔ آپ یہ سن کر فرمانے لگے خدا تعالیٰ آپ (لوگوں) کی تجارتوں کو بھی نقصان والی نہ کرے ۔ آخر یہ ماجرا کیا ہے کس لئے ہے ان بزرگوں نے فرمایا آپ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی ہے ۔ جب حضرت صہیب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ نے بھی یہی خوشخبری سنائی (ابن کثیر)

۲۰۸ ۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے بارے میں اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں کہ انہوں نے ہفتہ کی تعظیم کا ارادہ کیا (اور اونٹ کا گوشت کھانا اسلام کے بعد بھی برا سمجھا) تھا (یہ آیت شریفہ) نازل ہوئی ۔ اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور سب احکام کو مانو اور شیطان نے جن راستوں کو اچھا کر دکھایا ہے ان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے ۔ (جلالین)

۲۰۹۔ اس آیت شریف میں امر حق پر ثابت (قدم) رہنے کی تاکید فرمائی گئی ہے کہ ہماری آیات، عقلیہ اور
معجزات نبویہ اور دیگر آثار قدرت دیکھنے اور غور کرنے کے بعد بھی اگر تم پھسل گئے تو ہمارا کچھ نقصان نہ کرو گے
ہم تم کو تمہارے افعال کی سزا دے سکتے ہیں۔ زبردست ہیں اور اگر عذاب میں دیر ہو تو دلیر مت ہو، اس میں
کوئی حکمت ہوتی ہے کیونکہ ہم حکیم ہیں۔ (حقانی)

۲۱۰۔ کا ہے کے انتظار رہے ہیں (ملت اسلام چھوڑ کر اور شیطان کی پیروی کرنے والے) مگر یہی کہ اللہ کا عذاب
آئے چھائے ہوئے بادلوں میں اور فرشتے اتریں (جو عذاب پر مامور ہیں) اور کام ہو چکے اور سب کاموں کی رجوع اللہ کی طرف ہے (کنز الایمان)

کچھ آدمی ایسے بھی ہیں جو اللہ کی خوشنودی کی طلب میں اپنی جانیں تک بیچ ڈالتے ہیں اور اللہ بھی اپنے بندوں
کے لیے سرتا سر شفقت و مہربانی رکھنے والا ہے * دنیا پرستی کی سرشاری قوموں کی تباہی کا باعث ہو۔ اصحاب
رہی ہے خصوصاً فتح و اقبال کے حصول کے بعد۔ اس لیے پیروان دعوت حق کو خصوصیت کے ساتھ متنبہ کیا جاتا
ہے کہ اس صورت حال سے اپنی حفاظت کریں۔ اللہ کی ہدایت ظاہر ہو چکی ہے اور وہ سب کچھ بتایا جا چکا ہے
جس کی استقامت حق کے لیے ضرورت تھی۔ اس پر بھی اگر تم نے ٹھوکر کھائی اور راہ ہدایت پر قائم نہ رہے تو یہ نعمت
الٰہی کی محرومی سے بدل دینا ہوگا * ایمان کی برکتیں اور سعادتیں حاصل کرنے کے لیے صرف یہی کافی نہیں کہ اسلام
کے دائرے میں آجاؤ بلکہ ضروری ہے کہ پوری طرح آجاؤ یعنی اعتقاد و عمل کے ہر گوشے میں ایمان کی روح ممتاز رہے
اور جدا ہو جائے اور از سرتا پا پیکر ایمان ہو جاؤ (ترجمان)

یہ حال ہے اہل ایمان کا کہ اللہ کی رضا پر جان دیوے * یعنی پیغمبر اور خدا پر یقین نہیں لاتے تو اب
منتظر ہیں کہ خدا آپ آوے ہر کسی کو اس کے عمل کے موافق جزا دیوے (موضح القرآن)

فوائد: حضور کی محبت میں جان و مال صرف کرنا درحقیقت رب سے سودا کرنا ہے * کوئی غیر صحابی، صحابی کے رتبہ
تک نہیں پہنچ سکتا * جز میں درست کرو اور دوست چنیں لیں تا کہ ایمانی تکمیل کیا سکو۔ ہر مسلمان اپنے اہل قرابت
خصوصاً اہل بیت کو سچا مسلمان بنانے کی کوشش کرے * گناہ کبیرہ اور گناہ صغیرہ دونوں سے بچے *
بد نصیب کے لیے دلائل بے کار ہیں * بے وقوف لیں مان جاتا ہے مگر اس وقت جب ماننا کام نہیں آتا (تفسیر نعیمی)

خلاصہ: یہاں ان بندگان خاص کا تذکرہ ہے جو اپنی جان، مال اور سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خاطر قربان
کر دیا کرتے ہیں * پوری طرح اسلام میں داخل ہونا یعنی احکام الٰہی کے ظاہر و باطن دونوں کو ماننے اور ان پر خلوص کے ساتھ
عمل پیرا ہونے کے معنوں میں ہے۔ اسلام مستقل ضابطہ حیات اور مکمل دستور زندگی کا نام ہے۔ اس کے اپنے عقائد اور
آئین ہیں۔ ہر شعبہ حیات سے متعلق اصول ہیں۔ اسلام زندگی، روحانی اور مادی ترقیات کا ضامن ہے جب کوئی پوری
طرح اسے مانے تو اس کی تمام برکتیں روشن ہو جاتی ہیں * حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کرنا اس سے حق کا حسن
داغدار ہو جاتا تھا۔ اور اس کا سرچشمہ گدلا ہو جاتا تھا * "اس آیت (۲۱۰) میں لفظ آنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی
طرف کی جاتی ہے لیکن آنا جانا جسم کی صفتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ جسم اور اس کی صفتوں سے پاکیزہ و منزہ ہے۔ اس کے متعلق
علمائے سلف کا متفقہ [illegible] ہے کہ ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں [illegible] جو اس کی مراد ہے [illegible]

سَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ کَمْ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ اٰیَةٍۭ بَیِّنَةٍ ؕ وَمَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ
مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝ زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوا
الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَیَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِیْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ
یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ وَاللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً
وَّاحِدَةً ۫ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ ۪ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ
بِالْحَقِّ لِیَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ فِیْمَا اخْتَلَفُوْا فِیْهِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ فِیْهِ اِلَّا الَّذِیْنَ اُوْتُوْهُ
مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَا
اخْتَلَفُوْا فِیْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝

(آپ) بنی اسرائیل سے پوچھیے (کہ) ہم نے انہیں کتنی نشانیاں دے رکھی تھیں اور جو کوئی اللہ کی نعمت کو بدل ڈالے بعد اس کے کہ وہ اس کو پہنچ چکی ہو تو اللہ بھی سزا دینے میں بڑا شدید ہے * خوشنما کر دی گئی ہے دنیوی زندگی ان لوگوں کی نظر میں جو کافر ہیں اور وہ ان لوگوں سے تمسخر کرتے ہیں جو ایمان لے آئے ہیں اور حالانکہ جو لوگ ڈرتے رہتے ہیں وہ ان سے کہیں اوپر ہوں گے قیامت کے دن اور اللہ جسے چاہتا ہے بے شمار رزق دیتا رہتا ہے * لوگ ایک ہی امت تھے پھر اللہ نے انبیاء بھیجے خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے اور ان کے ساتھ کتاب حق نازل کی کہ وہ لوگوں کے درمیان اس بات میں فیصلہ کرے جس میں وہ اختلاف رکھتے تھے اور کسی نے اس میں اختلاف نہیں کیا مگر انہوں نے ہی جنہیں وہ ملی تھی آپس کی ضد کے باعث بعد اس کے کہ انہیں کھلی نشانیاں پہنچ چکی تھیں پھر اللہ نے اپنے فضل سے انہیں جو ایمان والے تھے وہ امر حق بتا دیا جس کے بارے میں وہ اختلاف کر رہے تھے اور [illegible] راہ راست بتا دیتا ہے۔ (۲/۲۱۱ تا ۲۱۳)

۲۱۱۔ اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ دیکھو بنی اسرائیل کو میں نے بہت سے معجزات دکھلا دیئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ کی لکڑی، ان کے ہاتھ کی روشنی، ان کے لیے دریا کو چیر دینا، ان پر سخت گرمی میں ابر کا سایہ کرنا، من و سلویٰ اتارنا وغیرہ۔ جن سے میرا خود مختار فاعل کل ہونا صاف ظاہر تھا اور میرے نبی موسیٰ (علیہ السلام) کی نبوت کی کھلی تصدیق ہو رہی تھی لیکن تاہم ان لوگوں نے میری ان نعمتوں کا انکار کیا اور بجائے ایمان کے کفر پر اڑے رہے اور میری نعمتوں پر بجائے شکر کے ناشکری کی پھر بھی

نعمت عذاب سے کیسے بچ رہی تھی۔ (تفسیر ابن کثیرؒ)

۲۱۲۔ جو لوگ کافر ہیں ان کو دنیا کی زندگی اچھی کر کے دکھلائی گئی ہے اور وہ مسلمانوں سے ٹھٹھا کرتے ہیں ان کے افلاس کے سبب جیسے (حضرت) عمار اور (حضرت) بلال (رضی اللہ عنہما) اور (حضرت) صہیب (رضی اللہ عنہ) کو کافر ان سے ہنسی کرتے تھے اور مال کی وجہ سے اپنے آپ کو اونچا جانتے تھے اور یہ لوگ جو شرک سے بچے قیامت کے دن ان سے اونچے مرتبہ پر ہوں گے اور اللہ جس کو چاہے فراغت کی روزی دیتا ہے آخرت میں اور دنیا میں اس طرح کہ جن سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے وہ ٹھٹھا کرنے والوں کی جانوں اور مالوں کے مالک ہو جاتے ہیں (جلالین)

۲۱۳۔ سب لوگ بدء الخلقت میں فطری طور پر اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کے لا شریک ہونے کے قائل تھے پھر جب نوع انسان کی تعیین اور ان پر طبیعت و لذات کے حجاب پڑتے گئے حقیقی نور کم ہوتا گیا اس نے گمراہی کے رستوں پر چلنے لگے ان کے وہم و خیال نے ان کی نظر و عقل کو گھٹانا شروع کر دیا اوہام پرستی و شہوت رانی شروع ہو گئی تو اس رحیم و کریم نے انبیاء بھیجنے شروع کر دیے وہ حقائق الاشیاء کے واقف تھے ہر ایک نیک و بد کے نتیجہ کی خوشخبری اور ڈر سنایا کرتے اور ان کے ساتھ کتاب بھی اتاری کہ جو اختلافی باتیں ہیں وہ کتاب آسمانی سے فیصلہ کر دیا کرے لیکن جن پر گمراہی اور نفسانیت کا غلبہ رہتا تھا وہ اس کتاب میں آیات و بینات دیکھنے کے بعد بھی مخالف رہے اور اختلاف کرتے رہے تو اس نے اپنے فضل و کرم سے ایمانداروں کو اختلافی باتوں میں امر حق کی ہدایت کر دی اور وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت کرے اس سے کوئی روک نہیں۔ بس کتاب دیے سمجھ کر خوش نہ ہوں کہ ہمارا طریق قدیم ہے اور پیغامبروں کی باتیں باہم مختلف اور نئی ہیں۔ (تفسیر حقانی)

فوائد: بے علم ہمیشہ جاننے والے کے عیب جوتا ہے یہ بے علمی کی دلیل ہے * نعمت کی ناشکری اس کے چھن جانے کا ذریعہ ہے * نعمت کی قدر کی جائے * محبت دنیا اور دین سے بے رغبتی کفار کی نشانی ہے * غریب کا غریبی کی وجہ سے مذاق اڑانا حرام ہے اور ایمان کا مذاق اڑانا کفر ہے * غیبت اور مذاق جہنم بھیجتا ہے * زیادتی دنیا کبھی ہلاکت کا باعث ہے * ہدایت کی نسبت فضل الٰہی پر ہے * ہر نئی تعلیم اچھی نہیں گمراہی کا اتفاق شامل ہو جاتا ہے * پیغمبر کے منصوبوں پر راضی نہ ہونا بے دینی ہے۔ پیغمبر اور کتاب (آسمانی) لوگوں کے فیصلے کے لئے ہی آتے ہیں۔

خلاصہ: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو جو روشن دلیلیں عطا فرمائیں ان کی اس قوم نے قدر نہ کی اور نعمت الٰہی کو جب انہوں نے بدل ڈالا تو ان پر غضب نازل ہوا ان کی عزت چھین لی گئی اور ان سے امامت حق واپس لے لی گئی۔ یہاں اس بات پر متنبہ کیا جا رہا ہے کہ اگر شکر نعمت نہ ادا کی جائے تو انہی کی طرح انجام ہوگا۔

دین حق کی اصل کا اعلان۔ ابتدا میں سب ایک ہی جماعت و قوم تھے جب کثرت ہوئی تو تفرقے پیدا ہوئے نتیجتاً ظلم و فساد شروع ہوا تب اللہ نے سامان ہدایت فرمایا۔ انبیاء نے دعوت توحید و حق و صداقت دی تاکہ اختلاف ختم ہو اور اتفاق اور تفرقہ کی بجائے اتحاد فکر و عمل قائم ہو۔ مسلمانوں کو دعوت استقامت اور حق پر ثابت قدم رہنے کی تلقین۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت سے مالا مال فرماتا ہے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۝ يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝

(۲/۲۱۴، ۲۱۵)

کیا تم خیال کرتے ہو کہ (یونہی) داخل ہو جاؤ گے جنت میں حالانکہ نہیں گزرے تم پر وہ حالات جو گزرے ان لوگوں پر جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں، پہنچی انہیں سختی اور مصیبت اور وہ لرز اٹھے یہاں تک کہ کہہ اٹھا (اس زمانہ کا) رسول اور جو ایمان لے آئے تھے اس کے ساتھ کب آئے گی اللہ کی مدد؟ سن لو یقیناً اللہ کی مدد قریب ہے۔ ★ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کیا کریں؟ آپ فرمایئے جو کچھ خرچ کیا کرو (اپنے) مال سے تو اس کے مستحق تمہارے ماں باپ ہیں اور قریبی رشتہ دار ہیں اور یتیم ہیں اور مسکین ہیں اور مسافر ہیں اور جو نیکی تم کرتے ہو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔

ہوتا ہو۔ جنت الفردوس جو سب سے بڑی کامیابی ہے آزمائشوں کے بغیر اس کا حاصل ہونا آسان نہیں معلوم ہوتا کہ آزمائش اور امتحان سے پہلے جنت کی آرزو ٹھیک نہیں۔ اگلی تمام امتوں کا بھی امتحان لیا گیا انہیں بھی بیماریاں اور مصیبتیں پہنچیں "بَاْسَآءُ" کے معنی فقیری اور "ضَرَّآءُ" کے معنی بیماری بھی کیا گیا ہے ان پر دشمنوں کا خوف اس قدر طاری ہوا کہ بیچارے کانپنے لگے ان تمام سخت امتحانوں میں وہ کامیاب ہوئے اور جنت کے وارث بنے۔ صحیح حدیث میں ہے ایک مرتبہ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! آپ ہماری امداد کی دعا نہیں کرتے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بس ابھی سے گھبرا اٹھے۔ سنو! تم سے اگلے موحدوں کو پکڑ کر ان کے سروں پر آرے رکھ دیئے جاتے تھے اور چیر کر ٹھیک دو ٹکڑے کر دیئے جاتے تھے لیکن تاہم وہ توحید و سنت سے نہ ہٹتے تھے لوہے کی کنگھیوں سے ان کے گوشت پوست نوچے جاتے تھے لیکن تاہم دین حق کو نہیں چھوڑتے تھے۔ قسم اللہ کی اس میرے دین کو تو میرا اس قدر پورا کرے گا کہ بلا خوف و خطر صنعاء سے حضرموت تک کا سفر اکیلا سوار کرنے لگے گا اسے سوائے اللہ کے کسی کا خوف نہ ہوگا البتہ دل میں یہ خیال ہو نا اور بات ہے کہ کہیں میری بکریوں پر بھیڑیا نہ آ پڑے۔ لیکن افسوس تم جلدی کرتے ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ بندے جب ناامید ہونے لگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ تعجب کرتا ہے کہ میری فریادرسی (رحمت و مدد) تو آ پہنچنے کو ہے

اور ہر جا امید ہوتا جا رہا ہے پس اللہ تعالیٰ ان کی محبت اور اپنی رحمت کے قرب میں پیش دیتا ہے (ابن کثیر)
۲۱۵ ۔ بعض آدمی (اے حبیب!) آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیز خرچ کریں (یہ دریافت کرنے والے
حضرت عمرو بن جموح تھے ان کی عمر زیادہ ہو گئی تھی اور وہ مال و متاع والے آدمی تھے۔ انہوں نے
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ کیا خرچ کروں اور کس پر خرچ کروں) اے محبوب!
ان سے کہہ دیجئے کہ جو کچھ تم خرچ کرو اچھی چیز ہونا چاہئے تھوڑی ہو یا زیادہ ہو اس کا
خرچ نہیں اور دو تو بہتر ہے کہ ماں باپ کو اور نزدیک کے رشتہ داروں اور یتیم، محتاج
اور مسافر کو دو اور جو کچھ تم اچھا کام کرو خواہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا یا اور نیکی کا کام
سو اللہ اس کو جانتا ہے اس کا عوض عطا کرے گا۔ (حدیث)

آیت ۲۱۴ غزوہ احزاب کے متعلق نازل ہوئی جہاں مسلمانوں کو بھوک اور سردی وغیرہ کی سخت تکلیفیں پہنچی
تھیں اس میں یعنی صبر کی تلقین فرمائی گئی اور بتایا گیا کہ راہ خدا میں تکالیف برداشت کرنا قدیم سے
خاصان خدا کا معمول رہا ہے الہی تو تمہیں پہلوں کی سی تکلیفیں پہنچی بھی نہیں ہیں * آیت ۲۱۵
میں صدقات نافلہ کا بیان ہے (حسب کہ) ماں باپ کو زکوٰۃ اور صدقات واجبہ دینا جائز نہیں
(جمل وغیرہ) * "وما تفعلوا من خیر" یہ ہر نیکی کو عام ہے انفاق ہو یا اور کچھ اور باقی مصارف

فوائد: نیکی کی ترغیب کے لئے گزشتہ لوگوں کے واقعات سنانا سنت الٰہیہ ہے * نیکی کرنے میں حرص
اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش جائز ہے * بغیر عمل جنت کی خواہش کرنا حماقت ہے۔ شفاعت اور
رحمت حاصل کرنے کے لئے نیک اعمال بھی ضروری ہیں * دینی معاملات میں ہمیشہ اپنے سے اونچے کو
دیکھے * دنیوی تکلیفیں رب کی ناراضی کی علامت نہیں * اپنی ضرورت سے بچا ہوا مال خرچ
کرنا چاہئے * پاک مال اور حلال ہی پاک مال دیجیو * خرچ میں قرابت اور حاجت کی ترتیب کا خیال رکھیں

خلاصہ: صاحب ایمان کو جنت میں جانے کے لئے کن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے یہ نہیں کہ ادھر ایمان لایا اور ادھر
جنتی ہو گئے بلکہ ایمان کا تقاضہ اور حصول جنت کا ذریعہ آزمائشوں میں ثابت قدمی ہے۔
راہ حق میں قدم رکھنے والا مختلف امتحانوں سے گزر کر اور مصائب و تکالیف سہہ کر ان پر صبر کرکے ہی
صحیح معنوں میں مومن کہلاتا اور مستحق جنت بنتا ہے۔ اس راہ میں یہ نئی بات نہیں ایسی صورتحال سے
پہلے کے لوگ بھی گزر چکے ہیں * خیرات وسیع مفہوم کا حامل لفظ ہے عام طور پر غریبوں کے ساتھ حسن سلوک
اور انہیں مال سے فائدہ پہنچانا ہی خیرات سمجھا جاتا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ غریبوں، قرابتداروں، احباب
وغیرہ کو بشرط احتیاج مال دینا اسی زمرہ میں ہے بلکہ بلحاظ حاجت و ضرورت انہیں ترجیح ہے
پھر یتامیٰ، مساکین اور مسافرین مستحق ہیں تاہم اگر اول الذکر سے زیادہ یہ لوگ ضرورت مند ہوں تو ترتیب بدل جائے گی۔

[illegible]

[illegible]